سلسلۂ مطبوعات ۸

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

toobaa-elibrary.blogspot.com

# خوانِ پُر نعمت
اردو

ملفوظ

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

مُترجم

ڈاکٹر محمد علی ارشد فردوسی

ناشر

مکتبۂ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ) بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خوانِ پُر نعمت (اردو)

ملفوظ

سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

مترجم

ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی الفردوسی

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جملہ حقوق محفوظ


نام کتاب :۔۔۔۔۔ خوانِ پرنعمت

ملفوظ :۔۔۔۔۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رح

مترجم :۔۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی الفردوسی

ناشر وطابع :۔۔۔۔۔ مکتبۂ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

مطبع :۔۔۔۔۔ کیلیگراف آفسیٹ پرنٹرز کلکتہ

کاتب :۔۔۔۔۔ علی عمران کلکتہ ۱۴

اشاعت اوّل :۔۔۔۔۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۸۹ء

باردوم نومبر ۲۰۰۳ء

قیمت :۔۔۔۔۔ ۷۵/ روپئے

تعداد :۔۔۔۔۔ ایک ہزار


ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

۲۔ طارق بن زیاد کالج، شاہ فیصل کالونی نمبر۳۔ کراچی ۲۵۔ فون نمبر 4573807

۳۔ عزیز الدین پیپر مارٹ، شاپ نمبر۹، بازارگان، شاہراہِ لیاقت، کراچی۔ فون: 2621540

۴۔ سُپریم شاپنگ سینٹر، دکان نمبر ۵۵، جوہر چورنگی، گلستان جوہر کراچی۔ فون (گھر): 8110286

خط وکتابت کے پتے

(۱) مکتبہ شرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

(۲) A-523، بلاک 'L' نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ پاکستان

فون: 6640269 (گھر کا)

toobaa-elibrary.blogspot.com

# فہرست مضامین



toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

# تقریظ

از :- پروفیسر سید وحید اشرف صدر شعبۂ عربی، فارسی، اردو مدراس یونیورسٹی

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں مقربان و محبوبان الٰہی کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہی صفات ان فرزندانِ اسلام میں پائی جاتی ہیں جو عام طور سے صوفیہ کے نام سے مشہور ہیں اس لئے لفظ صوفی اور لفظ ولی اللہ کا مفہوم ایک ہی ہے۔ لیکن جس طرح ولی اپنی ولایت کا دعویٰ نہیں کرتا خواہ بعض حالات میں کسی ولی کو اپنی ولایت کا علم بھی ہو اسی طرح وہ اپنے صوفی ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کرتا کیونکہ صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ولایت کا مدعی ہے لیکن اہل دل پر اس کے احوال و آثار سے یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہے۔ اس کی زندگی، اس کے قول و فعل، حرکات و سکنات، تاثیر کلام، کشف باطن، تزکیہ نفس کے سبب اس کی نورانیت، اس کی علمی بصیرت اور اس کے سارے ہی احوال اس کے مقرب الی اللہ ہونے پر گواہی دیتے ہیں۔ انھیں بزرگوں میں سے اسلام کی ایک جلیل القدر شخصیت کا نام حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (رحمۃ اللہ علیہ) ہے جو مخدوم جہاں کے لقب سے مشہور ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں کے حالات، ان کی سیر، ان کے احوال اور انکی تصانیف پر لکھنے کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ کچھ کتابیں ان پر لکھی جا چکی ہیں لیکن انھیں بھی کافی نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کی زندگی کا ایک نہایت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصنیفات، مکتوبات اور ملفوظات کا ایک ایسا گراں بہا ذخیرہ چھوڑا ہے جن کی افادیت آج بھی ویسی ہی ہے جیسے اُس زمانے میں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کی تحریروں میں آپ کی علمی بصیرت، روحانی کیفیت اور ادراک حقیقت آپ کے عارف ربانی ہونے کا واضح طور پر پتہ دیتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپکے دل پر معرفت کا دروازہ کھول دیا ہے اور عالم غیب سے معانی کا نزول ہو رہا ہے۔ اندازِ بیان اتنا سلیس اور دلنشین ہے کہ بات دل میں اتر جاتی ہے۔ نہ کہیں کوئی غموض ہے نہ پیچیدگی اور نہ الجھاؤ۔ دقیق سے دقیق مسئلہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ کی گرہ آسانی سے کھل جاتی ہے اور سمجھانے کے لئے ایسی آسان مثالیں پیش کرتے ہیں کہ جنھیں ذہن فوراً قبول کر لیتا ہے۔ یوں تو تصوف پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان میں ایسی کتابیں بھی ہیں جو علم تصوف میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں لیکن وہ مخصوص لوگوں کے لئے ہی ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کی تصنیفات عوام و خواص سب کے لئے مفید ہیں۔ وہ شریعت اور طریقت کے مسائل کو ایسی نکتہ سنجی اور روحانی بصیرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والا اس میں ایک کیفیت محسوس کرنے لگتا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں نے صرف عوام کے فائدے کی غرض سے بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھی ہیں جو وعظ کے طرز پر ہیں۔ اس میں انھوں نے عوام کو دین کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا ہے اور انکو عمل کیطرف راغب کرنیکی کوشش کی ہے۔ دراصل ان کی تمام تحریروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف اسی لیے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والونکے دل عمل کیطرف مائل ہو جائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آج حضرت مخدوم جہاں کی تصنیفات کو عوام و خواص میں پھیلانے کی پہلے سے بھی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو محسوس کر کے محبی سید سیف الدین فردوسی نے حضرت مخدوم جہاں کی فارسی تصانیف کو اردو جامہ پہنانے کا انتظام کیا۔ بعض کتابوں کا ترجمہ محترم حکیم حضرت سید قسیم الدین احمد شرفی مدظلہٗ نے کیا تھا مگر جتنا کام اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

جسقدر اشاعت کی ضرورت تھی وہ نہ ہو سکا۔ اب سیف الدین فردوسی کے زیر انتظام ایک ادارہ کا قیام عمل میں آچکا ہے اور چند کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور ان کے عم مکرم و رفیق کار محبی ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی مترجم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں انھوں نے خوبی کے ساتھ حضرت مخدوم جہاں کے بہت سے مکتوبات کا ترجمہ اردو میں کیا ہے۔ خوانِ پُر نعمت کا یہ ترجمہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ کہیں کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ پڑھنے والا نہایت آسانی سے بات سمجھتا چلا جاتا ہے کتاب کے شروع میں فاضل مترجم نے کتاب کا تعارف بھی کرایا ہے جس کے پڑھنے سے کتاب کے موضوعات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ کتاب طرح طرح کے دینی سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے اور ہر سوال ایک الگ موضوع کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر موضوع کے تحت بہت سے نکات ہیں اس لئے اس کا پورا تعارف پوری کتاب پڑھنے سے ہوگا۔

راقم خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ایک سیمینار میں شرکت کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ یہیں محبی سیف الدین صاحب سے ملاقات ہوئی اور اس ترجمہ پر ایک تقریظ لکھنے کی فرمائش کی۔ ہجوم مصروفیات میں کتاب کو بالاستیعاب پڑھنا ممکن نہ ہو سکا۔ کتاب پر ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ بڑی مشکل سے کچھ وقت نکال کر یہ سطریں لکھ دیں۔ لیکن حضرت مخدوم جہاں کی تحریریں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ ان میں خود ہی وہ کشش، روشنی، افادیت اور جاذبیت ہے جو قاری کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو حضرت مخدوم جہاں کی کتابوں کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین !

toobaa-elibrary.blogspot.com

# پیش لفظ

از

## مترجم

بسم اللہ والحمد للہ والسلام علی رسول اللہ

مکتوبات بست وہشت کے ترجمہ کے بعد خوان پُرنعمت کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

یہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہٗ کا وہ ملفوظ ہے جو معدن المعانی کی تکمیل کے بعد جمع کیا گیا اور حضرت مخدوم جہاں کے خادم خاص حضرت زین بدر عربیؒ نے حضرت مخدوم سے جو کچھ سنا اور سمجھا اس کو لفظاً اور معناً لکھ لیا۔ اس ملفوظ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آغاز واختتام کی تاریخ بھی اسی کتاب کے دیباچہ میں درج ہے جس سے یہ اطلاع بھی فراہم ہوجاتی ہے کہ یہ ملفوظ اس عہد کا ہے جب حضرت مخدوم تقریباً نوے سال کی عمر میں تھے۔ حضرت مخدوم کا سال ولادت ۶۶۱ ہجری مطابق ۱۲۶۳ء اور سال وفات ۷۸۲ ہجری مطابق ۱۳۸۰ء ہے اور یہ ملفوظ ۱۵ شعبان

toobaa-elibrary.blogspot.com

۷۴۹ھ ہجری سے آخر ماہ شوال ۷۵۱ھ ہجری (۹ر اکتوبر ۱۳۴۸ء تا ۳۱ر دسمبر ۱۳۵۰ء) کی درمیانی مدت کا ہے۔ اس طرح یہ ملفوظ حضرت مخدوم جہاں کے وصال سے تیس ۳۰ سال قبل جمع کیا گیا ہے۔

حضرت زین بدر عربی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جس خدمت کے لئے پیدا کیا تھا یہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ انھوں نے تقریباً ستائیس (۲۷) مہینے کی یہ ڈائری مرتب کی جس کا تعلق حضرت مخدوم کی علمی مجالس سے ہے۔ مُریدوں اور عزیز شاگردوں کے ذریعہ جو علمی اور روحانی سوالات ہوئے اور حضرت مخدوم کی طرف سے جو جوابات ملے ان کو حضرت زین بدر عربیؒ نے قلمبند کرلیا اور کتابی شکل دے کر "**خوانِ پُرنعمت**" اس کا نام رکھا۔ حقیقت میں یہ علمی و روحانی نعمتوں کا ایک خوان ہی ہے جس میں قرآن کریم کی تفسیر بھی ہے اور احادیث بھی۔ فقہ بھی ہے اور اصول فقہ بھی۔ قصص انبیاء بھی ہے اور حکایات صحابہ بھی۔ معجزات بھی ہیں اور کرامات بھی۔ بزرگوں کے اقوال بھی ہیں اور اولیاء کے احوال بھی۔ ایمان و ایقان کے دلائل بھی ہیں اور اخلاق و احسان کے مباحث بھی۔

اس ملفوظ سے وحی، الہام، استعداد، قابلیت، ولایت، وصول، خضوع و خشوع، تلون و تلوین، جسم و روح، مشیت و ارادہ، حد تصرف، رویت الٰہی، کشفِ روحی، کشف الٰہی، ولدان و غلمان، پیر خرقہ، پیر بیعت، پیر تربیت، پیر صحبت، فرض لازم، فرض زوائد کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور مذکورہ اصطلاحات پر عالمانہ و عارفانہ انداز سے گفتگو کی گئی ہے۔

یہ ملفوظ حضرت مخدوم جہاں کی سینتالیس (۴۷) تدریسی نشستوں کی روداد یا ڈائری ہے جس کو جامع نے مجلس کا نام دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب ۴۷ مجالس پر مشتمل ہے اور ابتداء میں جامع کا ایک مختصر دیباچہ بھی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس طرح حضرت مخدوم کو اُمّت کی اصلاح کی فکر تھی اسی طرح آپ کی بارگاہ کے خوشہ چیں بھی اس کے لئے فکر مند رہے، جامع ملفوظ ہذا حضرت زین بدر عربی نے اس ملفوظ کو اپنے زور قلم اور انشا پردازی کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ ان کی پُر خلوص کوشش یہی رہی کہ جو اس راہ کے اہل ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے ان کی مدد ہو۔ ان کے کاموں میں استعانت پیدا ہو اور جو نا اہل ہیں ان کو رغبت اور تحریک حاصل ہو تاکہ حبل المتین کے رشتہ سے منسلک ہو جائیں اور دونوں جہان کی نعمتوں سے اپنے دامن مقصود کو بھر لیں۔ جیسا کہ دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

"چہ لفظ عین عبارت و چہ معنی آں درطے کتاب آوردہ شد تا اہل را از مطالع آں مددے روئے نماید و معونتے در کار پیدا آید و تا اہل را رغبتے و حرکتے روئے نماید۔ و ہر درماندہ کہ محتاج کار دین بود در رشتہ حبل متین چنگ در زند و نعمت جمعیتن برگیرد۔"

آیئے اب اس کتاب کے چند مخصصات پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیں :۔

اس ملفوظ کی پہلی اور ساتویں مجلسوں میں حضرت مخدوم جہاں کی علالت اور لوگوں کی مزاج پرسی کا ذکر ہے۔ پہلی مجلس میں غلبک افغان عیادت کے لیے آئے ہیں اور ساتویں مجلس میں حاجی ابو سعید نے مزاج پُرسی کی ہے۔

چھٹی مجلس میں نا اہل مفتیوں کی مذمت کی گئی ہے اور حضرت مخدوم نے صاف لفظوں میں یہ فرمادیا ہے کہ جس کو تفسیر و حدیث پر عبور حاصل ہو وہی فتویٰ لکھ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو صاحبِ دین ہیں، مقتدائی اور رہبری کے لائق ہیں اور قابلِ اعتماد ہیں ان کی بات قبول کرنے کی ہیں لیکن ہر شخص کی بات اعتبار کی نہیں ہوتی۔ اب تو یہ حال ہے کہ ہدایہ اور بزدوری پڑھ کر مفتی بن گئے اور فتویٰ لکھنے لگے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر ایسے لوگوں سے عقیدہ اور معرفت کا کوئی مسئلہ پوچھئے تو جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔ نہ اُن کے دین کا ٹھکانا اور نہ ان کو دانشمندی حاصل۔ پھر ایسے لوگوں کا اعتبار ہی کیا۔ جو قرآن و حدیث کے معانی سے واقف ہیں وہ یہ جان سکتے ہیں کہ یہ روایت کس جگہ ہے اور اس کا اطلاق کہاں ہوگا۔ اس زمانہ میں اگر مفتیوں سے حدیث پوچھئے تو یہ جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔ اور اصل بات یہی ہے کہ تفسیر و حدیث پر عبور اور نظر ہونی چاہیئے اس وقت وہ فتویٰ لکھ سکتا ہے۔ اور فتویٰ وہی ہے جو قرآن و حدیث سے اخذ کیا گیا ہو۔ حدیث کا علم ایک مشکل علم ہے۔ قرآن کی ساری باتیں اس میں موجود ہیں۔ جب تک ان سب کو نہیں جانے گا کسی ایک حدیث کا بھی معنی بیان نہیں کرسکتا۔ ہاں! حدیث کا معنی وہی بیان کرسکتا ہے جو قرآن کے معانی و مطالب پر حاوی ہو، اگر کوئی حدیث اس کے سامنے آجائے تو اس کو قرآن سے دیکھے اگر قرآن کے موافق پائے تو قبول کرے۔ اگر قرآن کے مخالف ہو تو اُسے قبول نہیں کرے۔ جو شخص قرآن کے معنی اور تفسیر ہی کو نہیں جانتا ہے وہ اس سے مقابلہ کیسے کرے گا۔

خدمت خلق نعمت و رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے متعلق بے شمار وعدے ہیں۔ اس کتاب کی اکثر مجالس میں خدمت خلق اور مسلمانوں کی حاجت روائی کا درس دیا گیا ہے دسویں مجلس میں جب قاضی اشرف الدین نے دریافت کیا کہ نماز و روزہ مجاہدہ و ریاضت سے سلوک تو حاصل ہوتا ہے لیکن مخلوق کی خدمت اہل و عیال کے لئے کسبِ معاش اور مسلمانوں کی حاجت روائی سے سلوک کی راہ طے ہوتی ہے یا نہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں! ان کاموں میں بھی سلوک ہوتا ہے اور ان سے بھی ترقی ہوتی ہے۔ خدمت کی فضیلت چالیسویں مجلس میں بھی بہت ہی شد و مد کے ساتھ ہے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خدمت بھی عجیب کام ہے۔ نعمت و رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور راستے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سارے وعدے آئے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ اس کے بعد کافی مبالغہ کیساتھ فرمایاکہ خدمت بھی ایک نادر کام ہے ایک بڑا کام ہے۔ مَن خدم خدم (جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا) سولہویں مجلس میں نہ صرف خدمت کی تعریف کی گئی ہے بلکہ اس سلسلہ میں حضرت مخدوم جہاں کا خود کیا عمل رہا اس پر بھی روشنی ملتی ہے۔ خواجہ ممن ملتانی اس مجلس میں حاضر ہیں۔ جب کسی نے حضرت مخدوم سے فرمایاکہ خواجہ ممن ملتانی مسلمانوں کے بہت کام آتے ہیں اور ان کے کاموں کو انجام دیتے ہیں تو حضرت مخدوم نے فرمایاکہ یہ بہت اچھا کام ہے۔ اور بہت بڑی دولت ہے۔ سیکڑوں نماز وروزے ایک طرف اور مومن کی حاجت روائی ایک طرف۔ مسلمانوں کے کاموں کو انجام دینا اور مخلوق کے کاموں کے لئے کوشش بہت بڑی دولت ہے، یہ پیغمبروں کی سنت ہے جنھوں نے خدمت خلق کی ہے اور ان کی پریشانی ومصیبت کو اپنے سر لے لیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے اپنا یہ واقعہ بیان فرمایاکہ جب میں حجرۂ قدیم میں تھا۔ اس زمانہ میں یہاں ایک حاکم تھا۔ جس کا سلوک لوگوں کے ساتھ بہتر نہیں تھا۔ اکثر لوگ میرے پاس آتے کہ میرا کام کرادیجئے اور میرے لئے سفارش کردیجئے۔ میں ہر ایک کے لئے سفارش کرتا اور سفارشی خط لکھ دیتا۔ یہاں تک کہ اس کام کے لئے لوگوں کا ہجوم اُمنڈ آیا۔ کسی کسی وقت بشریت کی وجہ سے میں تنگ بھی آجاتا۔ شیخ زادہ چشتی سلمہٗ اس زمانہ میں یہیں تھے۔ جس وقت سفارشی خط کے لئے لوگوں کا ہجوم اُمنڈ رہا تھا۔ اتفاق سے وہ اس وقت میرے یہاں آئے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے دیکھاکہ یہ کام میرے لئے مشکل ہوجاتا ہے اور میں تنگ آجاتا ہوں تو انہوں نے کہاکہ آپ تنگ آجاتے ہیں۔ ہرگز تنگ نہ ہوں۔ لوگوں کی اس مصیبت کو برداشت کریں۔

حضرت مخدوم جہاں کے درس دینے کا کیا انداز تھا اور اپنے عزیز مریدوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

و شاگردوں کو کس طرح اسباق ذہن نشین کراتے تھے اس ملفوظ کی آٹھویں مجلس میں ملاحظہ فرمائیں۔ قابل کی تعریف گفتگو کا عنوان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو مفہوم اور مطالب کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہی قابل ہے۔ جس طرح طلباء میں کوئی تیز اور ذہین ہوتا ہے اگر اس کو پڑھایا جائے تو اخذ کرلیتا ہے اور اشارہ سے سمجھ لیتا ہے ایسے ہی طالب علم کو قابل کہتے ہیں۔ یعنی جو کچھ سنتا ہے اس کو قبول کرلیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری مثال یہ ہے کہ دو مکان ہے ایک میں نقاشی کرتے ہیں تو نقش و نگار ابھرتا ہے اور دوسرا مکان سیاہ کھردرا ہے اس پر نقاشی کی جاتی ہے تو کوئی نقش نہیں ابھرتا وہ نقش و نگار کو قبول ہی نہیں کرتا۔ پھر حضرت مخدوم نے کاغذ کی مثال دے کر سمجھایا کہ جس کاغذ پر نقش و نگار بنایا جاتا ہے پہلے اس کاغذ کی زمین پر وہ رنگ چڑھادیا جاتا ہے جو نقاشی کے لئے مخصوص ہے اس کے بعد نقش و نگار بنایا جاتا ہے یعنی کاغذ کو نقش قبول کرنے کے قابل بنادیا گیا۔ اس کے بعد انگوٹھی کی مثال دی کہ اگر مٹی یا موم پر مہر والی انگوٹھی کو دبائیں تو مہر ابھر آئے گی۔ لیکن اگر پتھر پر دبائیں تو مہر نہیں ابھرے گی۔ قابلیت اور عدم قابلیت کو مزید ذہن نشین کرانے کے لئے جہاں اس وقت تشریف فرما تھے اس صحن، حجرہ، اس کی دیوار، چھت اور دھوپ یعنی سورج کی روشنی وغیرہ کی مثال دے کر سمجھایا۔

اتباع شریعت کے اسباق سے اس کتاب کا کوئی صفحہ خالی نہیں۔ ایسا شخص جو طریقت کا دعویدار ہے اور اس کے اعمال شریعت کے مطابق نہیں ہیں تو اس کو طریقت سے کچھ بھی نصیب نہیں ہوسکتا اور وہ اسفل السافلین میں پہونچ گیا ہے۔ جہاں سے اس کا باہر نکلنا دشوار ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہوجاتی ہے تو شریعت کی پابندی باقی نہیں رہتی۔ ان پر تو حضرت مخدوم اپنے مکتوبات میں خدا کی پھٹکار بھیج چکے ہیں۔ بعض شخص نماز ترک کردیتے ہیں اور ترک نماز کے لئے یہ جواز

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیش کرتے ہیں کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادتیں اس وقت تک ہیں جب تک مطلوب و مقصود حاصل نہ ہوا۔ جب مطلوب و مقصود تک رسائی ہو گئی تو پھر یہ ساری حاجتیں ختم ہو گئیں۔ اس لئے کہ یہ سب وسائل اور ذرائع ہیں۔ حضرت مخدوم سترہویں مجلس میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر نماز کا مقصد صرف وسیلہ اور ذریعہ ہی ہے تو یہ بات ٹھیک سمجھی جاتی۔ لیکن نماز کا معنی اور مقصد کچھ اور بھی ہے جس کو نہ تم جانتے ہو اور نہ میں جانتا اور اس مقصد تک ہماری رسائی نہیں ہوئی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں پھر فرماتے ہیں کہ ایسا خیال رکھنے والوں کو توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ تمام علماء اور مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام جو سب سے زیادہ واصل بحق تھے وہ بھی نماز کے پابند رہے اور ہمیشہ پڑھتے رہے۔ علماء اور مشائخ بھی ترک نماز کے قائل نہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس موضوع پر ایک مدلل تقریر فرمائی۔

اس ملفوظ میں جہاں حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ، حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے احوال و اقوال ہیں وہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت معاویہ، حضرت عثمان، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ حضرت مخدوم نے اپنے استاد حضرت شرف الدین ابو توامہؒ کی علمی عظمت کا اظہار بھی شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے اور اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کے بھانجا حضرت وحید الدین چلہ کشؒ کا تعارف بھی پُروقار طور پر کرایا ہے۔ مولف تاریخ سلسلۂ فردوسیہ جناب معین دردائی مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت سید وحید الدین عرصہ تک مخدوم الملک کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی اور ظاہری حاصل کر لینے کے بعد اپنی سکونت موضع سنہرا (من مضافات قصبۂ اردل ضلع گیا) میں اختیار کی سلطان فیروز تغلق کو جب وہاں آپ کے قیام کا پتہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

چلا تو اس نے عقیدت مندی میں آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کرا دی اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے سنہرا نذر کیا۔ حضرت وحید الدین کا مزار اقدس خانقاہ سنہرا سے تقریباً پانچ میل دور ایک خاص جگہ میں ہے جہاں آپ اپنی زندگی میں اکثر چلہ کش ہوا کرتے تھے۔ وہ جگہ آج بھی مرجع خاص و عام ہے اور بدر آباد کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۱ر ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوا کرتا ہے"۔ (ص ۲۴۲)

حضرت سید وحید الدین چلہ کش رح کی شادی حضرت مخدوم جہاں کی پوتی بی بی بارکہ (بنت حضرت مخدوم ذکی الدین) سے ہوئی۔ جن کی پرورش حضرت مخدوم جہاں کے سایۂ شفقت میں ہوئی تھی۔

خانقاہِ معظم کے موجودہ سجادہ نشین حضرت جنابحضور سید شاہ **محمد امجاد فردوسی** مدظلہٗ اور اس خاکسار مترجم کا سلسلۂ نسب نسلاً بعد نسلٍ حضرت سید وحید الدین چلہ کش رح سے ملتا ہے۔ اور اولاد ہونے کا شرف ابن ابن حاصل ہے جسے یہاں درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

# نسب نامہ
# حضرت وحید الدین چلہ کش رح
## اور
# بی بی بارکہ رح

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام
" " امام زین العابدین
" " امام محمد باقر
" " امام جعفر صادق
" " امام موسیٰ کاظم
" " امام علی موسیٰ رضا
" " امام محمد تقی
" سید موسیٰ
" سید عباس
" سید حسن
" سید علاء الدین
" سید وحید الدین ← زوج → حضرت بی بی بارکہ

حضرت امام تاج فقیہہ
حضرت اسرائیل
حضرت شیخ یحییٰ منیری
حضرت مخدوم شرف الدین احمد
حضرت مخدوم ذکی الدین

حضرت شاہ علیم الدین
" شاہ امام الدین
حضرت شاہ بھیکہ سجادۂ مخدوم جہاںؒ
" شاہ جلال سجادۂ مخدوم جہاںؒ
" شاہ اخوند سجادۂ مخدوم جہاںؒ
" شاہ محمد سجادۂ مخدوم جہاںؒ
" شاہ احمد سجادۂ مخدوم جہاںؒ
" دیوان شاہ علی سجادۂ مخدوم جہاںؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت دیوان شاہ علی سجادہ مخدوم جہاںؒ

| | |
|---|---|
| حضرت شاہ عبد السلام سجادۂ مخدوم جہاں | حضرت شاہ مصطفیٰ |
| " شاہ ذکی الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ قطب الدین |
| " شاہ وجیہہ الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ نظام الدین |
| " شاہ بدیع الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ مصطفیٰ |
| " شاہ علیم الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ غلام مرتضیٰ |
| " شاہ ولی اللہ سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ غلام غوث |
| " شاہ امیر الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ احمد علی |
| " شاہ امین احمد سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ واحد علی |
| " شاہ برھان الدین سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ علی ارشد |
| " شاہ محمد حیات سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ علی مظہر عرف تجمل حسین |
| " شاہ محمد سجاد سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ محمد ابراھیم حسین |
| " شاہ محمد امجاد سجادۂ مخدوم جہاں | " شاہ قسیم الدین احمد |
| | شاہ محمد علی ارشد |

اس کے ملفوظ میں تفسیر کبیر اور تفسیر امام زاہد کا تقابلی مطالعہ بھی ہے اور حضرت مخدوم جہاںؒ کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کے لئے کس طرح کی تفسیر کافی ہے۔ حضرت مخدوم نے رازی کی تفسیر کبیر مطالعہ کے لئے قاضی منہاج الدین

---

اس نسب نامہ کا ماخذ روضۃ النعیم صـ۱۱۴، آبائی نسب نامہ قلمی مرتبہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب اور نسب نامہ مسودی قلمی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے یہاں سے منگوائی تھی۔ اور ابھی صرف پہلی جلد کا مطالعہ شروع کیا تھا کہ اس کی طوالت کو دیکھ کر طبیعت اچٹ گئی۔ اور مختصر مطالعہ کے بعد ہی کتاب واپس کر دی۔ ہاں! تفسیر امام زاہد سے حضرت مخدوم جہاں بہت زیادہ مطمئن ہوئے اس لئے کہ اس تفسیر میں دین کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے سب کچھ موجود ہے اور یہ بہت طویل بھی نہیں ہے۔ **خوان پُر نعمت** کی انچالیسویں مجلس کی اس عبارت سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تعلیم گاہوں کے نصاب میں ایسی کتابیں شامل نہ کی جائیں جو اپنے مضامین کے اعتبار سے بہت طویل ہوں اور طلباء کے لئے بوجھ بن جائیں۔

تعلیم گاہوں میں اسباق کے لئے نظام الاوقات Routine کا رواج عام ہے اور اسی کے تحت تعلیم دی جاتی ہے اس کی ابتدا کب سے ہوئی اس پر تو مجھے کچھ لکھنا نہیں لیکن اس ملفوظ کی چالیسویں مجلس سے یہ اطلاع ضرور ملتی ہے کہ حضرت سید وحید الدین چلہ کشؒ کے والد حضرت شیخ علاء الدین جو ایک عظیم المرتبت شیخ، عالم وقت اور صاحب سجادہ تھے اور حضرت مخدوم جہاں کے پیر و مرشد شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کے بہنوئی اور استاد بھی تھے انہوں نے آج سے تقریباً آٹھ سو برس قبل اپنے درس کے لئے اسی طرح کا نظام الاوقات مرتب کیا تھا اور پورے ہفتہ کو تدریس کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔ یعنی ایک روز فقہ کی تعلیم دیتے، ایک روز نحو و منطق سکھاتے، ایک روز اصول و علم کلام پڑھاتے ایک روز تفسیر و حدیث کا سبق دیتے۔ اس سے حضرت علاء الدین کے اصول تعلیم اور تقسیم درس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اس کتاب میں فقہی مسائل بھی بکثرت آئے ہیں مثلاً چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے، نماز معکوس پڑھنے، اعتکاف میں خرید و فروخت کرنے، صف پر مصلا بچھانے، ننگے پاؤں مسجد آنے، ریشمی سربند باندھنے، حمائل شریف اور فقہ کی کتابوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

داہنے ہاتھ سے لینے، ہبہ سے رجوع ہونے، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے، دوسروں کی چیز زبردستی لینے، سامان قبضہ میں لینے کے بعد قیمت ادا کرنے اور عیدگاہ میں تحیۃ المسجد ادا کرنے کے مسائل، ان کے جواز اور عدم جواز پر حضرت مخدوم نے اپنے عالمانہ اور فقیہانہ نظریہ کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ پوری کتاب اتنی ساری نعمتوں سے مملو ہے جن کو اس پیش لفظ میں کہاں تک لکھا جائے یہ تو مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا ہر صفحہ یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

خانقاہ معظم بہار شریف نے مکتبۂ شرف کے نام سے ایک ایسے ادارہ کا قیام عمل میں لایا ہے جہاں سے حضرت مخدوم جہاں کی فارسی کتابوں کے ترجمہ کی اشاعت ایک عرصہ سے ہو رہی ہے اور اس میں وہی خدمت خلق اور اصلاح امت کا جذبہ کارفرما ہے جس کے لئے حضرت مخدوم جہاں اور دیگر اکابرین سلسلہ نے اپنی حیات طیبہ کا بیشتر حصہ وقف کر دیا تھا۔

خوان پرنعمت بھی دوسری کتابوں کی طرح فارسی زبان میں ہے اور یہ زمانہ فارسی سے ناآشنائی کا ہے خانقاہ معظم کے موجودہ سجادہ نشین اخی معظم حضرت جنابحضور سید شاہ محمد امجاد فردوسی مدظلہ العالی کا یہ کرم ہے کہ اس کے ترجمہ کی خدمت کا حکم نامہ اس خاکسار کے نام صادر فرمایا۔ اور یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے اسی تعمیلِ حکم کی عملی شکل ہے۔

راقم الحروف کا یہ خیال ہے کہ کسی کتاب کا ترجمہ ایک مشکل کام ہے اس لئے کہ ترجمہ میں اصل کتاب کے مضامین کی قید و بند میں رہنا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی کسی بزرگ کی دینی و مذہبی کتاب کا ترجمہ کرنا تو اور بھی کٹھن منزل سے گزرنا ہے۔ اس لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ یہاں اپنی عاقبت بخیر رکھنے کی فکر بھی رہوار قلم کو تازیانہ انتباہ لگاتی ہے۔

ترجمہ کے وقت ایک مطبوعہ نسخہ جو مطبع احمدی مغلپورہ پٹنہ سے شائع ہوا تھا اور دو قلمی نسخے سامنے رہے۔ ان تینوں کتابوں میں اغلاط کی کثرت ہے۔ جن کی صحت کے بعد ترجمہ کا کام کیا گیا۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ میں روانی ہو اور نفس مضمون میں کسی طرح کا فرق نہ ہو۔

چونکہ یہ ملفوظات کا مجموعہ ہے اس لئے اس کتاب میں مخاطبت کا انداز زیادہ ہے۔ اس انداز تخاطب کو ترجمہ میں بھی برقرار رکھا گیا ہے جگہ جگہ یعنی خاص اور ناگزیر صورتوں میں حاشیہ کے ذریعہ مضمون کی وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ ہاں! طوالت کے خیال سے اشعار کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن مضامین کی ایک طویل اور مبسوط فہرست شامل کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع ملے۔

میں نے اس کتاب کے ترجمہ اور مسودہ کی صفائی وغیرہ کا کام اپنی غیر معمولی مشغولیت اور انتہائی مصروفیت کے دوران کیا ہے اس لئے غلطیوں کا احتمال باقی ہے۔ اس ترجمہ میں محاسن کی تلاش کرنے والے حضرات میرے لئے حسن عمل کی اور معائب کو ڈھونڈھنے والے اشخاص ستر عیوب کی دعا ضرور فرمائیں۔

والسلام

محمد علی ارشد شرفی

۲۷ رجب سنہ ۱۴۰۹ھ بمطابق

۶ مارچ سنہ ۱۹۸۹ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ علی رسول
العباد محمد ن المصطفیٰ والہ اجمعین
اللہ جل وعلا کی حمد اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد

حضرت مخدوم کے ملفوظات کی پہلی جلد معدن المعانی کی تکمیل کے بعد ۱۵ ار شعبان ۷۴۹ھ ہجری سے آخر ماہ شوال ۷۵۱ھ ہجری کی درمیانی مدت میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والحقیقۃ والدین متع اللہ المسلمین بطول بقایہٗ وذکرہ کی زبان مبارک سے اس خاکسار نے جو کچھ سنا اور سمجھا اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اور عنایت سے اس کو بعینہٖ لفظاً اور معناً لکھ لیا تاکہ اس کے مطالعہ سے جو اہل ہیں ان کی مدد ہو اور ان کے کام میں استعانت پیدا ہو۔ اور جو نا اہل ہیں ان کو رغبت اور تحریک حاصل ہو اور ہر گرے پڑوں کو جو دین کے کاموں میں محتاج ہیں۔ حبل المتین کے رشتہ سے منسلک ہو جائیں۔ اور ان کو دونوں جہان کی نعمتیں حاصل ہوں۔ اس لئے کہ یہ نعمتوں سے بھرا ہوا ایک خوان ہے اور رحمت کی نشانیوں کا ایک جہان ہے۔ بیت

گو جہانی برخورد زین خواں پر نعمت مدام
زین مسکیں را بس است از ریزہ بخشند ازاں

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس — ۱

قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت مخدوم کئی روز سے اعضاء شکنی اور بخار میں مبتلا رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحتیاب ہو چکے تھے۔ غلبک افغان مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس دنیا میں رہنے کی کچھ دن مہلت ملی ہوئی ہے پھر سیاہ گڑھا (موت) سامنے ہے۔ اس کے بعد فرمایا بخار بھی عجیب چیز ہے آدمی وہی، شخص وہی۔ یہ کہاں سے پیدا ہو جاتا ہے چند روز اسی فکر میں رہا کہ بخار کی اس صفت کو معلوم کروں لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بھلا چنگا آدمی اپنے کاروبار میں مشغول ہے اور یکایک بخار آگیا اور اس نے اس کو گرا دیا جیسے کسی مرغ کو ہاتھ پاؤں باندھ کر توا پر ڈال دیا جائے بالکل وہی حال ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اکثر بزرگوں کا انتقال بخار ہی کے مرض میں ہوا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحلت فرمائی تو اس وقت آپ کو بھی بخار تھا۔ پھر فرمایا جو ہو آخر موت ہی ہے۔ موت کا وقتِ معین معلوم نہیں ابھی آجائے یا کسی دوسرے وقت آئے۔ اور جب موت آگئی تو فرصت اور مہلت نہیں۔ اسی مضمون کی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے حجرہ سے باہر آکر ان کاموں کا معائنہ فرما رہے تھے جو انہوں نے دیو اور اجنہ کے حوالہ کیا تھا ٹھیک اسی وقت ملک الموت آگئے انہوں نے کہا کہ روح مبارک قبض کرنے کا حکم ہے سلیمانؑ نے پوچھا کچھ مہلت بھی ہے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا اتنی فرصت ہے کہ گھر جاکر لوگوں کو الوداع کہوں؟ کہا نہیں۔ پھر پوچھا بیٹھ جاؤں؟ کہا۔ نہیں۔ اس کے بعد جناب سلیمان نے اپنے اعصا پر سینہ مبارک

toobaa-elibrary.blogspot.com

رکھ کر سہارا لے لیا اور ملک الموت نے روح مبارک قبض کر لی۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جب سلیمان علیہ السلام کو فرصت نہیں دی گئی تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلیمان کو اسی حال میں ایک سال گزر گئے دیو اور اجنہ سب اپنے اپنے کام میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ جناب سلیمان دیکھ رہے ہیں۔ ان سب پر ان کی ہیبت طاری تھی۔ اسی ہیبت کی وجہ سے کام میں لگے رہے اور آپس میں یہ کہتے رہے کہ اللہ کے پیغمبر بہت طویل عبادت کر رہے ہیں۔

خاکسار نے پوچھا کیا آپ کے رشتہ دار اور خدام بھی اس حال سے باخبر نہیں ہوئے۔ فرمایا کہ نہیں۔ کوئی بھی اس حال سے واقف نہیں ہوا۔ سب لوگ یہی سمجھتے رہے کہ اللہ کے رسول پر غیب سے کوئی معنی کھلا ہے جس میں وہ مستغرق ہیں۔ یہاں تک کہ عصاء مبارک میں دیمک لگ گئی اور جب وہ نیچے سے بیچ عصا تک پہنچی تو سینہ کے دباؤ سے عصا ٹوٹ گیا اور آپ زمین پر آگئے۔ اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ معاملہ یہ تھا۔ اس کے بعد دیو اور اجنہ اِدھر اُدھر ہو گئے اور شور و ہنگامہ کرنے لگے کہ سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہونے لگا جو اس وقت اپنے جسم کیساتھ بہشت میں ہیں لوگوں نے سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں ؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ دو مرد اور ایک عورت یہی تین اشخاص اس وقت اپنے جسم کیساتھ بہشت میں ہیں۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ وہ دو مرد کون ہیں ؟ فرمایا کہ ایک ادریس علیہ السلام ہیں اور دوسرے حبیب بخار ہیں۔ لیکن عورت میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ ہیں اور بعض کہتے ہیں وہ بی بی مریم ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بی بی آسیہ ہیں۔

اس کے بعد نہایت تعجب خیز انداز میں فرمایا کہ سبحان اللہ فرعون کی بیوی جسم کے ساتھ جنت میں ہوں اس راز تک کسی عقل اور کسی علم کی رسائی ہو سکتی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہزاروں انبیا اور اولیا مٹی میں مل گئے اور فرعون کی بیوی کو یہ مرتبہ بخشا گیا کہ اسوقت اپنے جسم کے ساتھ جنت میں ہوں۔ بیت

آوازہ درافتاد بہر جا کہ شناہی
در مکتب او کرد ہمہ بخت فراموش

خاکسار نے سوال کیا کہ بی بی آسیہ کو کوئی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ نہیں۔ فرعون سے ان کی صحبت نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کی عصمت کو محفوظ رکھا۔ فرعون نے جب بھی چاہا کہ ان سے قربت حاصل کرے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو تو اللہ تعالیٰ بی بی آسیہ کی شکل کا ایک شیطان سامنے کر دیتا۔ فرعون اسی سے صحبت کرتا اور بی بی آسیہ محفوظ رہ جاتیں۔ فرعون یہی سمجھتا رہا کہ میں نے بی بی آسیہ سے اپنی تمنا پوری کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی پارسائی کی حفاظت کی۔

پھر خاکسار نے دریافت کیا کہ بی بی آسیہ کا انتقال کس طرح ہوا؟

فرمایا کہ فرعون کی سزا کی وجہ سے۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ بی بی آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی تھیں لیکن اس کا اظہار کسی پر نہیں کیا تھا۔ ہاں! فرعون کی بہن کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی اور اس نے فرعون کو باخبر کر دیا۔ فرعون نے اندر بلا کر آسیہ کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم موسیٰ پر ایمان لا چکی ہو؟ انہوں نے کچھ چھپایا نہیں بلکہ اقرار کر لیا فرعون نے کہا تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا تم کو میری سزا کا علم نہیں ہے بی بی آسیہ نے جواب دیا۔ میں جانتی ہوں۔ فرعون نے کہا سزا ہو گی۔ انہوں نے قبول کر لیا اور کہا ٹھیک ہے کیجئے۔ اس کے بعد فرعون نے مال و دولت، سونا چاندی اور وہ ساری چیزیں جو ان کو پسند آئیں لاکر رکھا اور کہا اسے قبول کر لو۔ بی بی آسیہ نے ذرہ برابر بھی قبول نہیں کیا۔ فرعون کی یہ پیش کش ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکی جب فرعون اپنی اس حکمت عملی سے مایوس ہو گیا اور اس نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ وہ اب اپنے سابق مذہب پر لوٹنے والی نہیں ہیں تو اس نے بی بی آسیہ کو سزا دینے کے لئے گھر کے آنگن میں بلایا دھوپ میں کھڑا کر کے لوہے کی پنج میلیں، دونوں ہاتھ پاؤں، دونوں پاؤں میں ٹھونک دی اور اس طرح پانچوں میخیں ٹھونک کر دھوپ میں ڈال دیا۔ اس سزا کے وقت بی بی آسیہ نے دعا کی رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنۃ (اے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے نزدیک ایک گھر بنا) اسی وقت دعا کی قبولیت کے آثار نمایاں ہوگئے، اور بی بی آسیہ کا جسم کے ساتھ بہشت میں ہونا اسی دعا کا ثمرہ ہے، اس کی قبولیت کی برکت کے طفیل انہیں کسی طرح کی تکلیف اور زحمت کا اثر محسوس نہیں ہوا اور وہ سلامتی کے ساتھ جنت میں ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ بزرگوں نے بی بی آسیہ کی دعا رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنۃ کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ لفظ عندک میں ایک عجیب معاملہ پنہاں ہے اور یہ ایک ایسا راز ہے جس کو اگر کوئی جاننا چاہے تو اسے خونِ جگر پینا پڑے گا۔ حضرت عین القضاۃ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اس لفظ عندک کا راز کل قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔

پھر حضرت مخدوم نے فرمایا سبحان اللہ! ان کی معرفت اور استقامت کے متعلق کوئی کیا کہہ سکتا ہے مال و دولت، حکومت و سلطنت اور سونا چاندی جیسی قیمتی چیزیں پیش کی گئیں مگر ذرہ برابر قبول نہیں کیا اور وہ ساری چیزیں ان کے ایمان کو نہیں بدل سکیں۔ یہ صفت انسان کی حد سے باہر ہے غیب سے ان کو ایسی چیز مل گئی جس کے سامنے ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

کار تو مخاطر است خواہم کردن
یا سرخ کنم روی ز تو یا گردن!

پھر فرمایا واللہ یختص برحمتہ من یشاء (جسے وہ چاہتا الٰہی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے یہاں من یشاء سے (جس نے زہد اختیار کیا)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں کہا من یصلح جس نے عمل صالح کیا) نہیں کہا من یصلی (جس نے نماز پڑھیں) نہیں کہا من یتصدق (جس نے صدق اختیار کیا) نہیں کہا من یتزکی (جس نے پاکی اور طہارت اختیار کی) نہیں کہا بلکہ من یشاء کہا۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مرد ایسی عورتوں کو دیکھیں گے ان کو ملنے والی دولت کا اور ان کے ساتھ ہونے والے معاملات کا معائنہ کریں گے تو اپنے اوپر افسوس کریں گے لاکھوں بار چاہیں گے کہ اس داڑھی کو کیا کر دیں، کہاں چھپ جائیں اور شرم کے مارے کہاں چلے جائیں۔ بیت

برکش صلیب طرۂ ودر دہ صلای کفر ٭ کز خرقہ سیر گشتم و زنارم آرزوست

اندر قمار خانہ و در کنج مصطبہ ٭ گردن گرو سجادہ و دستارم آرزوست

غلبک مذکور نے سوال کیا کہا جاتا ہے کہ جو شخص علم کے بغیر مشغولی اختیار کرے یا تو وہ کافر ہوگا یا آخری زندگی میں پاگل ہو کر مرے گا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اس لئے کہ کتنے حضرات ایسے ہیں جنہوں نے علم کے بغیر مشغولی اختیار کی ان کو کشود کار ہوا اور وہ اولیاء کی فہرست میں داخل ہوئے۔

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ جس نے علم کے بغیر مشغولی اختیار کی اور وہ اولیا میں شمار کئے گئے۔ پہلے ان کے اندر علم ڈال دیا گیا اس کے بعد ولایت بخشی گئی۔ نعوذ باللہ منہا کوئی ولی علم سے خالی نہیں ہوتا ما اتخذ اللہ ولیا جاھلا کے بارے میں بزرگوں نے بیان فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو جو سب سے پہلا علم بخشا جاتا ہے وہ علم معرفت ہے اور یہ بغیر محنت کے ملتا ہے لیکن ہاں! اس کی مثالیں بہت کم ہیں۔ اسی کو فیض کہتے ہیں۔ فیض اللہ کی خاص رحمت ہے اور اس کے لئے اللہ کے خاص بندے مخصوص ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۔ ۲

قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی کو چھینک آگئی۔ خاکسار نے عرض کیا کہ چھینکنے والے کو الحمدللہ کہنا چاہیئے اس کا معقول معنی کیا ہے ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ چھینک صحت کی علامت ہے اور صحت ایک نعمت ہے اس لئے نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہی سبب یہاں بھی ہے۔

پھر خاکسار نے سوال کیا چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے کا جواب دینا کس طرح واجب ہے۔ کیا چھینکنے والے کا سننا ضروری ہے یا نہیں ؟
فرمایا کہ سلام کے جواب پر اس کو بھی قیاس کرنا چاہیئے اس طرح کہے کہ وہ سن لے لیکن اس کے متعلق کوئی روایت نظر سے نہیں گذری ہے۔

خاکسار ہی نے دریافت کیا کہ جمعہ کے خطبہ کے وقت اگر کسی کو چھینک آجائے اور اس نے الحمد للہ کہہ دیا تو سننے والوں کو آہستہ یا بلند آواز سے اس کا جواب دینا چاہیئے یا نہیں ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ نہیں دینا چاہیئے نہ بلند آواز سے اور نہ آہستہ

# مجلس ۔ ۳

شرف زیارت سے مشرف ہوا قاضی اشرف الدین نے سوال کیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معکوس کتنی بار ادا کی ہے؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ایک بار۔ پھر دریافت کیا کہ اس وقت کسی چیز پر سہارا تھا یا نہیں؟ جواب ملا کہ اس نماز کی ادائیگی کی کیفیت کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری۔ پھر سوال ہوا کہ نفس کے مجاہدہ کے لئے یہ نماز پڑھی گئی یا کسی دوسری وجہ سے؟

فرمایا کہ کوئی اہم کام درپیش تھا اسی مہم کے سر ہونے کے لئے انتہائی تواضع اور عاجزی کے طور پر پڑھی گئی۔ لیکن بزرگوں نے جو اس نماز کو پڑھی ہے وہ اس لئے تاکہ قول و عمل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی ہو جائے۔ اور اتباع رسول کے سلسلہ میں جو وعدہ کیا گیا ہے اس کے حقدار بن جائیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی اتباع کے وعدہ کی امید میں جہاں تک ممکن ہوتا عمل کرتے ہیں۔

حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ وہ وعدہ کیا ہے؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (کہدیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا) اللہ کی محبت ہی ان بزرگوں کا مطلوب و مقصود ہے اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے منسلک اور متعلق ہے ـــــ شیخ معزالدین نے عرض کیا کہ شیخ ابوسعید[1] ابوالخیر رحمۃ اللہ

---

[1] شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر، خراسان کے نواح مہنہ میں ۳۵۷ ہجری میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد مرو جاکر ابو عبد اللہ الحصری سے فقہ کی تحصیل کی آپ نے حضرت ابوالفضل حسن سرخسی، ابوالعباس احمد قصاب اور ابوالحسن علی خرقانی سے معنوی فیوضات حاصل کئے۔ اور حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی نے خرقۂ خلافت سے نوازا تھا۔ آپ فارسی کے مشہور صوفی شاعر تھے آپ کے قطعے اور رباعیاں تصوف کے اسرار و رموز سے بھری ہیں۔ ۴۴۰ھ میں آپ نے [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنتیں مجھ تک پہنچیں میں نے ان پر عمل کیا مگر تین چیزوں کے بارے میں کوئی اِطلاع نہیں ملی اس لئے ان کو نہیں کیا اور عدم واقفیت کی بنا پر چھوڑ دیا مثلاً میں نے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کھایا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ اللہ کے رسول نے خربوزہ کو توڑ کر کھایا یا تراش کر۔ اگر شیخ ابوسعید دونوں طریقہ سے کھالیتے تو کوئی ایک طریقہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہو جاتا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جو چیزیں شرع میں آئی ہیں وہ اپنے طریقہ کے ساتھ مشروع ہوئی ہیں۔ اس لئے اس امر کی مشروعیت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ چیز اسی طریقہ کے ساتھ ہو جس طریقہ کو شارع اسلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہے ایسی صورت میں اگر شیخ ابوسعید توڑ کر کھاتے تو ہو سکتا تھا کہ اس طریقہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہو یا نہیں کھایا۔ ہو اگر کھایا ہو تو سنت پر عمل ہوتا اور اگر نہیں کھایا ہے تو بدعت ہوتی۔ اگر تراش کر کھاتے تو وہی صورت یہاں بھی ہوتی اور یہ تسلیم شدہ ہے کہ جس عمل میں سنت اور بدعت دونوں سامنے آجائے وہاں بدعت میں مبتلا ہونے کے احتمال سے سنت کو ترک کرنا زیادہ بہتر ہے۔ شیخ ابوسعید نے اسی بنیاد پر ایسا کیا ہے اگر اس فعل کو شروع کرتے تو بدعت میں پڑنے کا خوف تھا اس لئے شیخ کا یہ قول دُرست ہے۔

حاضرین مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا کہ اس فعل میں شیخ ابوسعید کا اِرادہ سنت کی ادائیگی کا ہوتا نہ کہ بدعت کا۔ بدعت تو ضمنی ہوتی۔

جواب ملا کہ سنت کی ادائیگی وہاں پر درست ہے جہاں کوئی بدعت حائل نہ ہو۔ لیکن جہاں بدعت سنت سے ٹکراتی ہے وہاں سنت کا اختیار کرنا گویا بدعت کو اختیار کرنا ہے۔

شیخ معزالدین نے عرض کیا کہ سنت کا ترک باعثِ ملامت ہے اور سنت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

جواب دیا کہ ترک سنت جو گناہ ہے وہ اس صورت میں جب کہ بدعت میں مبتلا ہونے کا احتمال نہ ہو، ترک سنت میں زیادہ ملامت نہیں۔ لیکن بدعت تو حرام ہے اور اس کے لئے سزا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ جہاں واجب اور بدعت سامنے آجائیں وہاں واجب کی ادائیگی بہتر ہے یا اس کو ترک کرنا۔ ایسی صورت میں واجب کو کیوں نہیں ترک کیا جائے۔

ارشاد ہوا کہ ادائیگی سنت کے ترک کی اجازت ہے لیکن واجب کا ترک کرنا نہیں آیا ہے۔

خاکسار نے درخواست کی کہ حکم شرع کے مطابق اس کی کوئی مثال دیجئے۔

فرمایا اس کی مثال یہ ہے کہ نمازی کو چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھنا واجب ہے لیکن اسی درمیان شک ہو گیا کہ دو رکعت ہوئی یا تین رکعت۔ اگر دو رکعت سمجھ کر بیٹھ گیا ہو سکتا ہے کہ وہ تیسری رکعت ہو ایسی صورت میں بیٹھنا بدعت ہے۔ یہاں حکم یہ ہے کہ واجب کو ترک نہ کرے اس لئے اٹھ جائے اور دوسری رکعت ملادے تاکہ ارتکاب بدعت نہ ہو۔

# مجلس۔۴

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ قاضی اشرف الدین مفتی کے بھتیجا قاضی شہ حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا ایک درویش کا قول ہے کہ انہوں نے طواف کعبہ کے وقت ستر بار ختم قرآن حرفاً حرفاً لفظاً لفظاً اور معناً معناً کیا۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ایسے لوگ اپنے سلوک میں اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ان سے صفات بشری بالکل زائل ہو جاتی ہے اور ملکی (فرشتوں کے) اوصاف سے متصف ہو جاتے ہیں۔ جب ان میں ملکی اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو پھر جو کام بھی کرتے ہیں ملکی قوت سے کرتے ہیں۔ اس درویش کا ستر ختم قرآن کرنا اسی قوت سے ہے۔ جس کام کو انسان ایک دن میں کرتا ہے فرشتے اس کو پلک مارتے کر دیتے ہیں۔ لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک کمرہ کا دروازہ بند تھا اور ایک بزرگ اسی بند دروازہ سے اندر چلے گئے۔ یہ بھی ملکی قوت ہے جس طرح فرشتوں کو اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کی ضرورت نہیں اسی طرح ان کو بھی دروازہ کی حاجت نہیں ہوئی۔ اور بعض حضرات کے بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آگ میں چلے گئے اور ذرہ برابر بھی نہیں جلے۔ یہ بھی ملکی قوت کا اثر ہے اس لئے کہ فرشتوں پر بھی آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ اسی مقام پر کہا جاتا ہے کہ سالکِ عالمِ ناسوت سے گذر گیا۔

حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ عالمِ بشریت کو عالم ناسوت کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں! اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بزرگوں نے، جو اتنی ساری جلدیں تصنیف کر دیں وہ اسی ملکوتی قوت سے لکھی ہیں۔ اسی کی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی کہ خواجہ احمد سرخ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ بغداد میں ایک مسجد ہے جب ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ خواجہ[1] احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں چلہ کش

---

[1] حضرت امام ابو حامد محمد بن محمد بن احمد غزالیؒ سلجوقی دور کے مشہور اور بلند پایہ عالم تھے ۴۵۰ھ میں بمقام طوس پیدا ہوئے۔ آپ کو فقہ اور حکمت میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نظام الملک طوسی کی دعوت پر مدرسہ نظامیہ میں چار سال تک درس دیتے رہے۔ آپ نے فقہ، حکمت، اخلاق، کلام، قرآن اور حدیث کے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں جن میں احیاء العلوم کو سب سے زیادہ شہرت ہوئی۔ ۵۰۵ھ میں بمقام طوس انتقال ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں اور ان کے ساتھ چالیس عدد خرمہ ہے چالیس دستہ کاغذ ہے اور دوات و قلم ہے روزانہ ایک خرمہ سے افطار کرتے ہیں اور حجرہ میں بند ہو کر تصنیف میں مشغول ہیں جب چلہ پورا ہوگیا اور چالیس دستہ سفید کاغذ سیاہ ہوگیا تو باہر نکلے اور اس کے بعد کتابی شکل دی۔ بشری قوت سے یہ ممکن نہیں ہے کہ چالیس دن میں چالیس دستہ کاغذ تصنیف ہو جائے یہ بھی اسی ملکوتی قوت کی کرشمہ سازی ہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ احمد غزالی کی منقبت میں یہ حکایت بیان کی کہ آپ واسطہ میں تھے اور آپ کا مزار بھی وہیں ہے ایک دفعہ بغداد کے بادشاہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ بغداد کے لوگ آپ کے علم کے طالب ہیں اور آپ کے لئے مدرسہ اور خانقاہ کا انتظام کر دیا گیا ہے آپ بغداد چلے آئیں اور اپنے علم سے اللہ کی مخلوق کو فیضیاب کریں۔ خواجہ احمد غزالی نے اس کا جواب اپنی عبارت میں جیسا کہ لکھنا چاہئے تھا لکھا اور آخر میں بطور معذرت تحریر فرمایا کہ ہم جب قدس[۱] خلیل گئے تھے وہاں اپنے آپ سے تین وعدہ اور عہد کر لیا تھا۔ ایک یہ کہ بادشاہوں سے کچھ نہیں لیں گے۔ دوسرے یہ کہ جھگڑا نہیں کریں گے اور تیسرے یہ کہ بادشاہوں کے دروازے پر نہیں جائیں گے۔ اب اگر ہم وہاں جاتے ہیں تو ہمارے پاس اتنی دولت اور رقم نہیں کہ خرچ کریں آخر آپ سے لینا پڑے گا اور یہ عہد شکنی ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ اگر وہاں جاتے ہیں اور مدرسہ میں بیٹھ کر علم کو بیان کرتے ہیں تو آج کل ہمارے علم کا رنگ ہی دوسرا ہے بغداد کے علماء اس کو برداشت نہیں کریں گے۔ جھگڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور مجبوراً ہم کو بھی جھگڑنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں ہم عہد شکن بن جائیں گے۔ تیسری بات یہ کہ اگر ہم وہاں گئے تو آپ کے در پر جانا پڑیگا۔

---

[۱] اب یہ شہر مملکت ہاشمیہ اردنیہ کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس سے تقریباً ۱۵۔۱۶ میل پر واقع ہے اس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ شرفا اور صلحا کی یہ قدیم بستی ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اس سے بھی عہد شکنی ہوگی - آپ سمجھ لیجئے کہ غزالی بغداد پہنچ گیا، مدرسہ میں تعلیم دیدی اور مرگیا اب کسی دوسرے مدرس کو بلایئے، اور یہ کام اسی وقت کیجئے - بیت

زیں پس منم و رندی و مستی و خرابات
ہر قصہ کہ بگذشت ازیں پیش نگوئید
معقول دگر از من دیوانہ مخواہید
مشروع دگر با من بدکیش نگوئید

اس کے بعد فرمایا کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسے بزرگان بہت کم ہیں چند مسافر آئے تھے لوگ اس امید میں تھے کہ ان سے ایسے بزرگوں کی خبر ملے گی مگر ان لوگوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا - یہاں عشاق کی جماعت آئی تھی، اس کے سردار کہہ رہے تھے کہ علاء الدولہ والدین، ملک فریدالدین کے بڑے بھائی شیخ شرف الدین اور ایک درویش اور تھے لیکن اب یہ تینوں بھی نہیں رہے اور یہ شعر پڑھا ؎

صحبت نیکاں زجہاں دور گشت
خانہ عسل خانہ زنبور گشت

اس کے بعد فرمایا کہ علاء الدولہ والدین کسی بادشاہ کے وزیر تھے، وزارت چھوڑ کر اللہ کے کام میں لگ گئے آخر ان کو کشود کار ہوا اور ولایت کے درجہ پر پہنچے -

# مجلس - ۵

شرف زیارت نصیب ہوا قاضی اشرف الدین نے عرض کیا کہ بعض مسافر مسجد میں ٹھہر جاتے ہیں اس سلسلہ میں کوئی روایت نظر سے گذری ہے یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مخدوم جہاں نے جواب دیا کہ نہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس بارے میں اجازت ہو۔ جو لوگ مسجد میں کھانا کھاتے ہیں اس میں اختلاف ہے بعض اس کو جائز کہتے ہیں اگر کوئی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھے اور کھائے تو اجازت ہے ورنہ نہیں۔

خاکسار نے سوال کیا کہ اگر کوئی غیر اللہ کی قسم کھائے مثلاً ماں، باپ، استاد یا پیر کی قسم کھائے تو یہ قسم ہوگی یا نہیں ؟

جواب ملا کہ نہیں ہوگی۔ کنز المسائل میں تحریر ہے کہ اگر لوگ اس (برائی) میں مبتلا نہیں رہتے تو میں یہ لکھ دیتا کہ جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھائے وہ کفر کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ من حلف بغیر اسم اللہ فقد اشرک (جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔)

# مجلس-۶

حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا کریم الدین نے سوال کیا کہ لوگ صف کے اوپر مصلا بچھاتے ہیں اور ترغیب الصلوٰۃ میں اس کو مکروہ لکھا ہے آخر کراہیت کی وجہ کیا ہے ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ترغیب الصلوٰۃ میں ایک جگہ مکروہ لکھا ہے اور اگر ایسا ہے تو معلوم نہیں کہاں سے لایا ہے لیکن جواہر میں ہدایہ کی یہ نقل موجود ہے کہ ایک شخص کوفہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صف کے اوپر مصلا بچھا کر نماز پڑھ رہے تھے اس شخص نے کہا کہ کیا آپ کے شہر میں مصلا پر نماز پڑھتے ہیں امام اعظم نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پوچھا کہ تمہارے شہر میں کس چیز پر نماز پڑھتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بوریا پر۔ امام اعظم نے فرمایا کہ بوریا سے کیا ہوا وہ بھی مصلا ہی ہے۔ پھر اسی موقع پر (امام اعظم) نے کہا کہ جاء التکبیر من ورائی یعنی میں مسلمانوں کا امام ہوں پہلے امام تکبیر کہتا ہے نہ کہ مقتدی اور اسی کو کہتے ہیں کہ تکبیر میرے پیچھے آتی ہے۔

مولانا کریم الدین نے عرض کیا کہ بعض لوگ ننگے پاؤں آتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب ملا کہ جائز ہے ننگے پاؤں رہنے کی وجہ سے نجاست سے پاؤں آلودہ نہیں ہو جاتا۔ ہاں! نجاست لگنے کا احتمال ہے اور چیزوں میں طہارت ہی اصل ہے۔ بعض صحابہ ننگے پاؤں مسجد آتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔

پھر سوال ہوا کہ کیچڑ کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا کہ کیچڑ میں بھی نجاست کا احتمال ہے حقیقتاً نجاست نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بخارا میں انسان کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اور راستہ میں جانوروں کی غلاظت بہت زیادہ جمع ہو جاتی ہے جو مٹی میں مل جاتی ہے جب اس کی خبر حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے بخارا کی مٹی کو نجس قرار دے دیا لیکن جب خود بخارا تشریف لائے اور لوگوں کے ہجوم کو آتے جاتے دیکھا تو مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے غور کیا کہ اگر مٹی کو ناپاک قرار دیا جاتا ہے تو یہاں کے لوگ مصیبت، پریشانی اور نقصان کے شکار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اپنے سابق حکم اور فتویٰ سے لوٹ آئے اور فرمایا کہ ان الطین بخارا طاهر (بخارا کی مٹی پاک ہے)

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا علاء الدین کے زمانہ میں ہم یہاں آئے تھے اس وقت درون حصار کے کوئیں کی طہارت اور نجاست کا مسئلہ زیر بحث تھا، درون حصار کے کوئیں وہ ہیں جہاں کسی طرح کا احتیاط نہیں برتا جاتا۔ عورتیں گندے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاتھ پاؤں سے آتی تھیں اور پانی بھرتی تھیں کسی طرح کا پرہیز نہیں کرتی تھیں، آخر لوگ غور کرنے لگے کہ ایسے کوئیں پاک ہیں یا ناپاک۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس مسئلہ کے لئے مفتیوں کو بلایا جائے، وہ جو فتویٰ دیں وہی کیا جائے، مفتی جمع ہوئے ان حضرات نے کہا کہ درون حصار کے لوگ اس سے مصرف لیتے ہیں، ہاتھ منہ دھونے کھانا پکانے اور پینے کے لئے زیادہ تر اسی پانی کا استعمال ہوتا ہے اگر ان کی نجاست کا فتویٰ دیا جائے گا تو لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور پریشانی آجائے گی۔ اس لئے ان لوگوں نے فتویٰ دیا کہ پاک ہے۔

اسی طرح ایک بار سنارگاؤں[1] میں طلباء نے ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ چونا کھانا حرام ہے۔ ان لوگوں نے یہ دلیل پیش کی کہ صدف سمندری کیڑا ہے اور سمندری کیڑا حرام ہے اس لئے چونا بھی حرام ہے۔ پورے سنارگاؤں میں اس کا چرچا ہو گیا۔ اس وقت کے امراء اور بادشاہوں کو خبر ملی کہ طلباء نے چونا کھانا حرام قرار دے دیا ہے۔ وہ سب بھی متفکر ہو گئے کہ کھانا چاہیئے یا نہیں۔ آخر مفتیوں کو بلایا گیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس میں ہزاروں لوگ مبتلا ہیں اگر اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں تو گویا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اتنے سارے مسلمان حرام کھاتے تھے۔ اس لئے کسی نے بھی اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

مولانا کریم الدین نے سوال کیا کہ ان مفتیوں نے اس کے حرام ہونے کا

---

[1] سنارگاؤں مسلمانوں کے عہد میں مشرقی بنگال کا دارالحکومت تھا۔ اب یہ غیر معروف مقام ہے جو کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے اور پینام کے نام سے ضلع ڈھاکہ میں شامل ہے۔ دریا برہم پتر اس سے دو کوس پر بہتا ہے۔ سنارگاؤں کے اطراف میں کثیر تعداد میں ویران مسجدوں کے نشانات پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ ایک بڑا اسلامی شہر تھا۔ یہ اس شاہی سڑک کا منتہی تھا جس کو شیر شاہ نے بنوایا تھا (تاریخ دعوت و عزیمت)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتویٰ نہیں دیا اس میں فقہی نکتہ کیا ہے؟

فرمایا کہ مخلوق کے لئے آسانی ہو اس لئے کہ اسلام کے اصول میں سختی نہیں ہے جو چیزیں لوگوں کو مشکل میں ڈالدیں وہ جائز نہیں ہے کہ لوگوں پر ڈالی جائیں ہاں! ویسی چیزیں جو قرآن میں حرام قرار دے دی گئی ہیں اور لوگ اس میں مبتلا ہیں ان کو مخلوق کی آسانی کے خیال سے حلال اور جائز نہیں کر سکتے جیسے شراب کے حرام ہونے کا ثبوت قرآن میں موجود ہے اور ہزاروں لوگ شراب پیتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لوگ استعمال کرتے ہیں اس لئے حلال ہے لیکن ایسا مسئلہ جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور لوگ اس کام میں مشغول و مبتلا ہیں اس کو لوگوں کے لئے سخت اور دشوار نہیں بنایا جائے بلکہ لوگوں کی آسانی اور سہولت کا خیال رکھ کر فتویٰ دیا جائے جہاں اجتہاد کو دخل ہے وہاں لوگوں کی آسانی کا لحاظ رکھ کر فتویٰ دینا چاہئے تاکہ لوگ کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جائیں اور اس کے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت موجود ہے قال اللہ تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔

مولانا کریم الدین نے عرض کیا کہ ایک بار مولانا ضیاء الدین بستامی سے پوچھا گیا کہ ریشمی سربند لگانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے صرف یہی مختصر جواب دیا کہ اے بھائی! اس میں بہت سارے لوگ مبتلا ہیں۔

حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اس فعل میں بہت سارے لوگ مبتلا ہیں تو اس کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہوئے۔

شیخ معزالدین نے عرض کیا کہ اگر وہ کہتے کہ ریشم پہننا حرام ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ ھذان محرمان علی ذکور امتی تو اس کا کیا جواب ہوگا۔

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ پہننا حرام ہے اور یہ تو بال کا بندھن

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے اس سے بالوں کو سمیٹ کر باندھتے ہیں۔ اس کو لباس نہیں کہیں گے بلکہ بندھن کہیں گے اور جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت شرف الدین ابو توامہ بھی ایسا کرتے تھے۔

اس کے بعد سوال ہوا کہ زمانہ کے بدلنے سے فتویٰ بدل جاتا ہے یہ مطلق ہے؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ہاں! وہ مسائل جس میں اجتہاد سے کام لیا جا سکتا ہے عہد اول میں انکے لئے جو فتویٰ صادر ہوا وہ دوسرے اور تیسرے عہد والوں کے لئے مشکل بن گیا ایسے فتاوے دوسرے اور تیسرے عہد میں بدل دیئے گئے یتغیر الفتویٰ بتغیر الزمان سے یہی مراد ہے۔

پھر عرض کیا کہ بہار میں ایک آدمی تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے فتویٰ لکھا ہے کہ ریشمی سربند پہننا حرام ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بچپنا کیا ہے۔

ایسے لوگوں کی بات کا کیا اعتبار ـــــ پہلی بات تو یہی ہے کہ ایسے لوگ روایت کو سمجھتے بھی ہیں جو ان کی بات کوئی قبول کرے۔ جو صاحب دین ہیں مقتدائی اور رہبری کے لائق ہیں اور قابل اعتماد ہیں ان کی بات قبول کرنے کی ہیں لیکن ہر شخص کی بات اعتبار کی نہیں ہوتی۔

اب تو یہ حال ہے کہ ہدایہ اور بزودی پڑھ کر مفتی بن گئے اور فتویٰ لکھنے لگے اگر ایسے لوگوں سے عقیدہ اور معرفت کا کوئی مسئلہ پوچھے تو جواب دینے سے قاصر رہیں گے نہ ان کے دین کا ٹھکانہ نہ ان کو دانشمندی حاصل پھر ایسے لوگوں کا اعتبار ہی کیا۔ حضرت مولانا شرف الدین ابو توامہ ایسے دانشمند تھے کہ پورے ہندستان میں ان کی شہرت تھی اور ان کے علم پر کسی کو شبہ نہیں تھا۔ وہ بھی

---

ا؎ حضرت شرف الدین ابو توامہ حضرت مخدوم جہاں کے استاد تھے، آپ اپنے عہد کے ممتاز اور بلند پایہ عالم تھے غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں دہلی سے سنار گاؤں منتقل ہو گئے۔ راستہ میں منیر شریف میں قیام کیا۔ حضرت مخدوم شرف الدین طلب علم کے شوق میں مولانا کے ساتھ ہو گئے۔ مولانا نے اپنے ہونہار شاگرد کی تعلیم و تربیت میں پوری محنت کی۔ اور پھر اپنی صاحبزادی سے عقد بھی کر دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ریشمی سربند اور ریشمی ازار بند کا استعمال کرتے تھے انھوں نے حرام نہیں لکھا ہے پھر دوسرا کون ہے جو حرام قرار دے۔ حضرت مولانا کو سبق پڑھانے کے وقت اگر کسی مسئلہ میں مشکل ہو جاتی تو غور و فکر میں ڈوب جاتے اس وقت اپنے سربند کو کندھے پر ڈال لیتے اور ہاتھ میں لے کر اس سے شغل کرتے۔ یہاں تک کہ وہ مشکل مسئلہ حل ہو جاتا۔ اس کے بعد یہ شغل چھوڑ کر سبق پڑھاتے جو اصحاب دین ہیں قرآن و حدیث کے معانی سے واقف ہیں وہ یہ جان سکتے ہیں کہ یہ روایت کس جگہ ہے۔ اور اس کا اطلاق کہاں ہوگا۔ اس زمانہ میں اگر مفتیوں سے حدیث پوچھیے تو یہ جواب دینے سے قاصر رہیں گے اور اصل بات یہی ہے کہ تفسیر و احادیث پر عبور اور نظر ہونی چاہیے اس وقت وہ فتویٰ لکھ سکتا ہے، فتویٰ وہی ہے جو قرآن اور احادیث سے اخذ کیا گیا ہو۔

حدیث کا علم ایک مشکل علم ہے قرآن کی ساری باتیں اس میں موجود ہیں جب تک ان سب کو نہیں جانے گا کسی ایک حدیث کا بھی معنی بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں احدیث کا معنی وہی بیان کر سکتا ہے جو قرآن کے معانی و مطالب پر حاوی ہو۔ اگر کوئی حدیث اس کے سامنے آجائے تو اس کو قرآن سے دیکھے اگر قرآن کے موافق پائے تو قبول کرے اور اگر قرآن کے مخالف ہو تو اسے قبول نہیں کرے جو شخص قرآن کے معنی اور تفسیر ہی کو نہیں جانتا وہ اس سے مقابلہ کیسے کرے گا۔

مولانا کریم الدین نے عرض کیا کہ حدیث کسے کہتے ہیں؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وحی جلی ہے اور وحی خفی ہے۔ وحی جلی وہ وحی ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور وہ قرآن ہے یعنی پورا قرآن جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پہونچا۔ وحی خفی وہ ہے جو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور آپ نے اس کو بیان کیا اسی کو حدیث کہتے ہیں۔ بیت ؎

چو چشم تو با چشم من راز گوید
مگر جبرئیل آں زماں در نہ گنجد

پھر سوال ہوا کہ جو وحی جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر نازل ہوئی وہ الہام کے ذریعہ ہوئی؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ اولیاء کے لیے الہام کہا جاتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لیے وحی خفی کہتے ہیں - دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی خفی کہیں گے اور اولیاء کے لیے الہام۔

سوال ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی نازل ہوئی اس میں بھول چوک اور غلطی کا امکان نہیں لیکن اولیائے کرام کے لیے جو الہام ہے اس میں بھول چوک اور غلطی کا احتمال ہوگا؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ان بزرگوں کے الہام میں بھی خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ ان حضرات کے باطن میں ایک نور ہے فھو علی نور من ربه سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اکابرین اسی نور سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے (الہام) ہے جس بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں اس کو اختیار کرتے ہیں اور جو اللہ کی جانب سے نہیں ہوتا اسے اختیار نہیں کرتے۔

علاء الدین امیر شادی نائب کے رشتہ دار نے دریافت کیا کہ حمائل شریف کو گردن میں بائیں طرف لٹکانا چاہیے یا داہنی طرف؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ داہنی طرف بہتر ہے تاکہ حمائل اور دوسری چیزوں میں فرق نمایاں رہے۔ لوگوں کی عادت ہے کہ کپڑے کا تھیلا یا کوئی دوسری چیز اگر گلے میں ٹانگتے ہیں تو بائیں طرف لٹکاتے ہیں اسی طرح اگر کوئی قرآن شریف دے تو اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا چاہیے تاکہ قرآن اور دوسری چیزوں کے پکڑنے میں فرق ظاہر رہے اس لیے کہ لوگوں میں یہ رواج ہے کہ اگر ایک دوسرے کو کچھ دیتے ہیں تو ایک ہی ہاتھ سے لیتے ہیں۔

شیخ معز الدین نے عرض کیا کہ فقہ کی کتابوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب ملا کہ یہ بھی قرآن ہی کے حکم میں ہے۔ تعظیم کے معاملہ میں دونوں کی حیثیت ایک ہی ہے اس لیے فقہ کی کتابوں کے لیے بھی یہی فتویٰ ہوگا۔ والسلام

# مجلس ۷

دیدار کی سعادت حاصل ہوئی، خاکسار نے سوال کیا کہ اگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کوئی سوال کیا جاتا تھا تو اس کا معقول جواب ارشاد فرماتے تھے یا نہیں؟ اور بغیر وحی کے آئے ہوئے اس سوال کا معقول جواب دیتے تھے یا نہیں؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ پہلے وحی کا انتظار کر لیتے اگر وحی آجاتی تو وہی کہتے اور اگر وحی کی مدت گزر جاتی تو دریافت طلب مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیتے۔ اور اجتہاد سے جو جواب مرتب ہوتا وہ ارشاد فرماتے لیکن ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔

خاکسار نے دریافت کیا کہ وحی کی کیا مدت تھی؟ ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے تھے اور آپ کو اس کی مدت کا خاص اندازہ ہو گیا تھا اگر اس اندازے کے مطابق تاخیر ہوتی تو سمجھ جاتے کہ وحی کی مدت گزر گئی۔

خاکسار نے سوال کیا کہ بعض بزرگوں نے جو کسی کے حق میں دعا کی ہے کہ خدا تم کو درد عطا فرمائے۔ اس درد سے کون سا درد مراد ہے؟

جواب ملا کہ اس سے اللہ کی طلب کا درد، دین کا درد اور اللہ تعالیٰ کے کام کا درد مراد ہے۔ مصرعہ

درد را باش ای برادر درد را

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں دین کا درد ہو گا وہی دین کا کام انجام دے سکتا ہے جو احکام ہیں ان پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے الگ رہے گا۔ جس کو دین کا درد نہیں اس کے نزدیک حلال اور حرام برابر ہے۔ جو اس کا دل چاہے گا وہی کرے گا نہ حلال کو سمجھے گا اور نہ حرام سے الگ رہے گا۔

خاکسار نے پوچھا کہ یہ درد کس طرح حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ یہ غیبی معاملہ ہے جس کے (دل میں) ڈال دیتے ہیں۔ وہ برابر بڑھتا ہی رہتا ہے جس طرح اور دوسرے درد کا حال ہے لیکن اس کے لیے خاص استعداد ہے اسی استعداد سے درد کو قبول کرنے کے لائق بن جاتے ہیں اور باطن کا تصفیہ اسی استعداد کے لیے ہے۔ پھر فرمایا اگر کسی کو اس کام میں رغبت پیدا ہوئی شروع میں کچھ چیز اس سے ظاہر ہوئی اس وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ اپنے کو عاشق اور محب سمجھنے لگا۔ عشق و محبت کا دعویٰ کرنے لگا جب تک وہ مغلوب نہیں ہو جیسا کہ اس شعر میں ہے ؎

من مست مئی عشقم ہشیار نخواہم شد
از رندی و قلاشی بیزار نخواہم شد

جب اس درد نے جگہ لے لیا تو نیند اور آرام جاتا رہا۔ رات میں نیند نہیں دن میں سکون نہیں، اور نہ اس درد کا کوئی علاج ہی رہا وا ویلا اور وائے مصیبتا کرنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا اور کیا مصیبت آگئی۔ اسی حالت کو عشق کہتے ہیں اب نالہ و فریاد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور عجز و زاری بڑھ جاتی ہے کاش یکایک یہ درد چلا جائے اور ختم ہو جائے تاکہ میں اس سے چھٹکارا پاؤں۔ اور یہ درمیانی حالت ہے متوسطین کا یہی حال ہے ہر وہ شعر جس میں عشق درد عشق، نالہ و زاری اور عشق سے فریاد ظاہر ہو اس کو اسی حال کے موافق سمجھنا چاہیے (یعنی عاشقوں کے درمیانی درجہ میں) جیسا کہ اس شعر میں ہے ؎

ای عشق بمن کجا فتادی
وی درد بمن چہ رخ نہادی

خاکسار نے عرض کیا کہ جب درمیانی حالت میں نالہ و فریاد، رہائی کی تلاش و بیقراری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لوٹ جانے کا حکم نہیں دیا جاتا اور یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ پہلی حالت کی طرف لوٹ گئے ہیں۔

فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں کرتے اس لیے کہ یہ (عشاق) جو کچھ کرتے ہیں حالتِ اضطرار یعنی بے چین ہو کر کرتے ہیں اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی ہے جب تک ان کی خصلت نہ ہو جائے جب یہی عشق ان کا حال ہو گیا ان میں رس بس گیا تو ان کی بیقراری جاتی رہتی ہے۔ اور پر سکون ہو کر یہ شعر کہتے ہیں ؎

درد از جہتہ تو عین دارو ست
زہر از قبل تو عین تریاک

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی وقت حاجی ابوسعید تشریف لائے اور شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضرت مخدوم کی طبیعت مضمحل تھی۔ مزاج پرسی کی اور اس کے بعد عرض کیا اس غلام کی اہلیہ سخت علیل ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میری والدہ آج رو رہی تھیں جب میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ "چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ماں اتنی سخت بیماری میں مبتلا ہے" میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اور وہی سب کو روزی دینے والا ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ان کی نگاہ بس یہیں تک گئی کہ بچوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال ماں کے ذریعہ ہوتی ہے ماں کے انتقال سے ذریعہ اور سبب اٹھ جاتا ہے اور پریشانی سامنے آجاتی ہے اسی وجہ سے (آپ کی والدہ) رو رہی تھیں۔ لیکن جس کی نگاہ سبب اور ذریعہ پر نہیں جاتی وہ یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور وہ ذریعہ یا سبب کا محتاج نہیں ہوتا یا نہیں ہوگا۔ یہ معاملہ راز میں ہے اور غیب کی باتوں پر دل کو مستحکم کرنا بہت مشکل اور اہم کام ہے اس کے لیے بہت استعداد اور قوت کی ضرورت ہے یہ استعداد انبیاء اور اولیاء کو حاصل تھی ان کی نظر ظاہری اسباب پر نہیں تھی، وہ مشیت پر بھروسہ رکھتے تھے ان بزرگوں کو غیب پر اعتماد ہے اور ہست و نیست ان کے نزدیک برابر ہے اگر ہے تب بھی اسی طرح اور نہیں ہے تو بھی اسی طرح رہتے کسی چیز کے رہنے سے سکون ہو اور نہیں رہنے سے پریشانی بڑھے ایسی بات ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بیت ؎

عاقلاں از بلا بہ پرہیزند

مذہب عاشقاں دگر باشد

خاکسار نے سوال کیا کہ جو اللہ پر اعتماد رکھتا ہے اس کو اعتماد کے بعد پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر پریشان ہوتا ہے تو اس اعتماد میں کمی واقع ہوگی۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کمال تو یہی ہے کہ جب اللہ پر بھروسہ کر لیا تو پھر کسی طرح کی پریشانی کا احساس نہیں ہو۔ لیکن کسی میں اعتماد کی قوت کامل نہیں یا کامل قوت موجود ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس اعتماد میں خلل اور نقصان پیش آئے ہاں اضطرار (بے چینی) ہو تو ہو لیکن اعتماد قائم رہے، مثال کے طور پر ایک آدمی پیاسا تھا پانی وہاں موجود نہیں تھا کہ پیئے۔ اس نے اللہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعتماد اور بھروسہ کرلیا کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ پانی مہیا کردے اور اس پیاسے تک پہنچادے۔ اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی اور پیاس کی شدت بڑھنے لگی۔ پانی مہیا نہیں ہوا ہاں بشریت ہے یا خلل کا خوف ہے پریشانی بڑھے گی اگر قوت رکھتا ہے تو اعتماد کیے ہوئے ہے کہ اس وقت نہیں ملا ہے تو دوسرے وقت مل جائے گا اور ایسا ہی ہوتا ہے کسی پر ایک مدت گزرتی ہے کسی پر دو مدت گزرتی ہے اور یقیناً اسے پانی مل جاتا۔

خاکسار نے عرض کیا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ پانی میسر نہ ہو اور ہلاک ہو جائے فرمایا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نہیں ملے اور وہ ہلاک ہو جائے کیونکہ اسکے بارے میں یہ حکم پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہ پیاسا رہے گا اسکو پانی نہیں دیکھا اور کہا حالیں وہ مر جائے گا لیکن یہ چاہیے کہ اگر پانی نہیں ملے تو اس نایافت کو اپنی موت کا سبب تصور کرے اور یہ سمجھ لے کہ میری قسمت میں نہیں ہے میرا ابھی مقدر تھا اس لیے نہیں ملا ایسے وقت میں اپنے اعتقاد کی اچھی طرح حفاظت کرے اس لیے کہ شیطان ایسے ہی وقت میں آتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو نے حق پر بھروسہ کیا تھا اور جو اللہ پر اعتماد رکھتا ہے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ ڈگمگائے نہیں اور یہاں تمہارا اعتماد ڈگمگا گیا۔ پس دوسری چیزوں میں بھی تم نے جو عقیدہ رکھا وہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہیں سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ اپنی پناہ میں رکھے دوسری چیزوں میں جو اعتقاد ہوتا ہے اس سے وہ (شیطان) پلٹا دے چاہیے کہ ایسے مواقع میں اپنے کو اچھی طرح بچا کر رکھے اور محفوظ رہنا اللہ کی عنایت ہی پر منحصر ہے۔

خاکسار نے پوچھا کہ ہست و نیست ایک ہو جائے اور دل غیب کی باتوں پر مطمئن ہو جائے یہ صفت کس نظر سے پیدا ہوتی ہے؟

فرمایا کہ معرفت سے۔ جب اس بات کا عرفان حاصل ہو گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قادر ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم اور لاکھوں عالم کو بغیر ذریعہ اور سبب کے قائم رکھے اگر اس کے لیے سبب ہو تب بھی ویسا ہی ہے یہ معرفت جب الیقین کی حد کو پہنچ جاتی ہے تو صاحب معرفت صاحب یقین ہو جاتا ہے اور یہ بات معرفت علمی سے نہیں ہوتی اس لیے کہ معرفت علمی تو صحت ایمان کے لیے ایک شرط ہے ان ارباب الیقین کی نظر میں حاضر اور غائب ایک ہو جاتا ہے جو دوسرے کے لیے غائب ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کے نزدیک یقین کی رو سے حاضر ہے۔ بیت ؎

عیب گندم کہ چہ دیدی درو

کور نداند کہ چہ بیند بصیر

فرمایا کہ لوگوں کی تعریف اور برائی ایک ہو جاتی ہے لوگوں کی تعریف کرنا مدح ہے اور ملامت کرنے کو ذم کہتے ہیں۔ ارباب معرفت و یقین کے نزدیک دونوں کی حیثیت ایک ہے نہ لوگوں کی تعریف کرنے سے خوش ہوتے ہیں اور نہ ملامت کرنے سے رنج و تکلیف پہنچتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس حد تک یقین کا عرفان حاصل ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو ساری مخلوق ابویزید، امام جنید، زاہد، پارسا، عابد اور مسلمان جیسے القاب سے نوازے تو ان کو کیا فائدہ پہونچے گا۔ اس لیے کہ وہ اللہ کے نزدیک ان تمام اوصاف کے برعکس ہیں اسی طرح ملامت میں اگر کسی کو ساری مخلوق کافر کہے اور گالی دے تو ان کا کیا نقصان ہوگا اس لیے کہ اللہ کے نزدیک وہ صاحب مرتبہ ہیں۔ اسی لئے ان کی نگاہ میں مخلوق کی تعریف اور ملامت برابر ہے

قطعہ :- صاحب نظر نباشد در بند نیک نامی

خاصاں چہ باک دارند از گفت گوئے عامی

گرفتار کمند خوب رویاں !!

نہ از مدحت خبر دارند نہ از ذم غلامی

اس سے بھی ایک اہم مرتبہ ہے اور وہ اعلیٰ مرتبہ ایسا ہے جس پر بہت کم حضرات فائز ہوئے ہیں۔ مخلوق کی تعریف و تذلیل ان کے نزدیک برابر ہو اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ لوگوں کی ملامت سے ان کو خوشی ہو اور تعریف سے رنجیدہ ہوں۔ جو ان کو گالی دے اس کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو، اور جو تعریف کرے اس سے دشمنی ہو یہ بات یہیں سے پیدا ہوتی ہے کہ جو اپنے نفس کی برائیوں سے واقف ہوتے ہیں نور بصیرت جو ان کے اندر ہوتی ہے اس سے اپنے نفس کی برائیوں کو دیکھتے ہیں کوئی پسندیدہ عمل اپنے اندر نہیں پاتے نفس کی دشمنی کا مشاہدہ ہوتا ہے ایسی صورت میں جب کوئی ان کو برا کہتا ہے تو ان کا نفس جو ان کا دشمن ہے وہ اس ملامت کرنے والے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا دشمن بن جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس سے دشمن عداوت رکھتا ہے اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی کے برعکس جب کوئی ان کی تعریف کرتا ہے تو نفس جو ان کا دشمن ہے مدح کرنے والے کی ستائش کرتا ہے اس لئے مدح کرنے والے سے ان کے دل میں دشمنی پیدا ہوتی ہے یہ بات اسی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔

اس کے بعد قدرت اور کرم کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جب مومن کی نظر کرم پر ہوتی ہے تو اسے تسلی اور تسکین حاصل ہونے لگتی ہے جب مومن کی نظر قدرت اور بے نیازی پر ہوتی ہے تو علم و عقل گم ہو جاتی ہے محو حیرت ہو جاتا ہے اور سب کچھ جاتا رہتا ہے ؎

چشم مست تو خون من رختیہ بود ⁘ آہ از نہ لب تو دستگیرم بودے

---

# مجلس۔ ۸

بارگاہِ مخدوم میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ خاکسار نے عرض کیا لوگوں نے مختلف کتابوں میں لکھا ہے کہ جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو دولت مل کر رہتی ہے اور جس میں استعداد نہیں ہوتی وہ محروم رہتا ہے یہ اللہ کے جاری کردہ اصول کے تحت ہے لیکن اس کی قدرت سے یہ بعید تو نہیں ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا ہاں ! ایسا ہی ہے اس کے بعد خاکسار نے استعداد کی حد دریافت کی ارشاد ہوا جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان کی بجا آوری اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار ہی نے سوال کیا کہ کیا درد اور محبت باطن کی مشغولی سے پیدا ہوتی ہے اور اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے پرہیز کا تعلق ظاہری عمل سے ہے؟

جواب ملا کہ اس کا تعلق باطن سے بھی ہے جیسا کہ ارباب طریقت کا ہر وہ عمل جو ان کے ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اس کو یہ حضرات اپنے باطن سے بھی کسی نہ کسی طرح منسلک اور متعلق کر لیتے ہیں مثلاً یہ آیۂ کریمہ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم میں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے یہ اس کی ظاہری تفسیر ہوئی۔ اس ظاہری تفسیر کا اطلاق عوام و خواص دونوں پر ہوگا لیکن مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ ظاہری تفسیر ہے۔ اس کی باطنی تفسیر غسل معنوی کی گئی ہے یعنی چہرہ غیر محرم کے دیکھنے سے دھونا ہاتھ کو حرام چیز لینے سے دھونا اور پاؤں کو ناجائز جگہ پر جانے سے دھونا اس کی باطنی تفسیر ہے اور یہ خاص تفسیر خواص کے لیے ہے اس لیے کہ اس طرح عمل کرنا ان ہی کا کام ہے یا ان کے متبعین کا۔ خواص کے لیے ان کے مقام کی مناسبت سے ان باطنی احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور جو ان کی اتباع اور پیروی کرنے والے ہیں ان پر پیروکار ہونے کی وجہ سے فرض ہو جاتا ہے، اس کو فرض حالی کہتے ہیں فرض شرعی نہیں کہتے۔ ان کے مقام کے اعتبار سے نماز کے جواز کے لیے جس طرح ظاہری طہارت شرط ہے اسی طرح باطن کی طہارت بھی شرط ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر وہ کام جو وجود میں آنے والا ہوتا ہے اس سے قابلیت کا تعلق ہوتا ہے اور اسی قابلیت کی وجہ سے وہ کام اس سے وجود میں آتا ہے اگر قابل نہیں ہے تو ہرگز وہ کام اس سے نہیں ہو سکتا۔

قاضی نصر اللہ نے قابل کی تعریف دریافت کی۔ ارشاد ہوا کہ جو معنی کو معنی کے قبول کرے وہی قابل ہے (یعنی جو مفہوم اور مطالب کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے) جس طرح طلبا میں کوئی تیز اور ذہین ہوتا ہے اگر اس کو پڑھایا جائے تو اخذ کر لیتا ہے اور اشارے سے سمجھ لیتا ہے ایسے طالب علم کو قابل کہتے ہیں یعنی جو کچھ سنتا ہے اس کو قبول کر لیتا ہے۔ اسی کے برعکس جو قبول کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا اس کو کتنا ہی پڑھایا جائے بلکہ ہزاروں بار پڑھایا جائے ذرہ برابر اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ سبق اس کے پلے نہیں پڑتا وہ ایسا ہی رہتا ہے جیسے اس کو بتایا ہی نہیں گیا۔ اور اس نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہ کچھ سُنا ہی نہیں۔

اسی طرح ایک دوسری مثال ہے کہ دو مکان ہے ایک میں نقاشی کرتے ہیں تو نقش و نگار اُبھرتا ہے اور دوسرا مکان سیاہ کھردرا ہے اس پر نقاشی کی جاتی ہے تو کوئی نقش نہیں ابھرتا وہ نقش و نگار کو قبول ہی نہیں کرتا۔

اسی طرح اگر کوئی نقاش کسی کاغذ پر نقاشی کرنا چاہتا تو پہلے اس کاغذ کی زمین پر وہ رنگ چڑھاتا جو نقاشی کے لیے مخصوص ہے پھر اس پر نقش و نگار بناتا ہے اب اس کاغذ پر نقش و نگار بن جاتے ہیں اور ابھر آتے ہیں۔ آخر یہ کیا ہے؟ پہلے کاغذ کو نقش قبول کرنے کے قابل بنایا گیا تب اس کاغذ نے نقش و نگار کو قبول کیا۔

اسی طرح اس انگوٹھی کی مثال دیکھیے جس سے مہر کرتے ہیں۔ اگر مٹی پر یا موم پر اس انگوٹھی کو رکھ کر دبائیں تو مہر اُبھر آئے گی اور اگر پتھر پر دبائیں تو مہر نہیں اُبھرے گی۔ اسی طرح ہر ایک چیز میں ہے۔

اس کے بعد سوال ہوا کہ عدم قابلیت کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا کہ دو صورت ہوتی ہے یا تو پیدائشی کمی ہوگی یا پیدائشی کمی نہیں ہوگی یعنی دنیا میں آنے کے بعد اس نے ایسی عادتوں کو اختیار کر لیا جو معانی و مطالب کو قبول نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں یعنی جہاں عارضی اسباب ہیں اتنی محنت اور کوشش کی جائے کہ وہ بری عادتیں دور ہو جائیں اور قابلیت پیدا ہو جائے۔ پیری و مریدی کی ضرورت اسی وجہ سے ہے۔ پیر اپنی ولایت کی قوت سے اتنی محنت کراتا ہے کہ وہ عادتیں مٹ جاتی ہیں۔ اور اصلی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور جس کو قابلیت حاصل ہے اس کے لیے پیر کی ایک نظر اور ایک عطا ہی کافی ہے۔

حضرت مخدومؒ جس وقت یہ فرما رہے تھے اس وقت حجرہ کے سامنے باہر میں جلوہ افروز تھے آگے میں صحن ہے۔ قابلیت اور عدم قابلیت کی وجہ ذہن نشین کرانے کے لیے آپ نے اسی حجرہ اور صحن وغیرہ کی مثالیں پیش کی۔ فرمایا کہ آفتاب کی شعاع اس دیوار اور صحن میں اسی لیے پہنچ رہی ہے کہ شعاع اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ لیکن اس حجرہ کے اندر جس

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھت ہے شعاع نہیں جارہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حجرہ کے آگے دیواریں ہیں۔
یہی آفتاب کی شعاع اور حجرہ کے اندرونی حصہ کے درمیان حائل اور رکاوٹ ہیں۔ اگر حجرہ کے سامنے سے ان سب کو توڑ کر ہٹا دیا جائے تو یہ بھی ویسا ہی ہو جائے جیسے صحن کی دیوار ہے اس میں بھی آفتاب کی شعاع آنے لگے گی۔ آنگن کی دیوار جس کے آگے کوئی روک نہیں شعاع کو قبول کرنے کے قابل ہے اس لیے شعاع کو قبول کر رہی ہے لیکن حجرہ چھت اور آگے کی دیواروں کی وجہ سے شعاع کو قبول کرنے کے قابل نہیں اس لیے قبول نہیں کر رہا ہے۔ بیت

چہ وجود نقش دیوار و چہ آدمی کہ باد
سخنی ز عشق گویند و درو اثر نباشد

اس کے بعد فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ عالم غیب سے عالم ظاہر میں جو چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ اتنی ظاہر ہوتی ہیں جتنی قابلیت ملک ظاہر کرتی ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ فقہ کے کم مایہ طلبا ایسے بھی ہیں جو بال کی کھال نکالتے ہیں لیکن اگر ان سے نحو اور تعلیل کا سوال کیا جائے اور یہ پوچھا جائے کہ یہ رفع کیوں ہے اور یہاں پر نصب کیوں ہے تو جواب دینے سے قاصر رہیں گے اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہ کے قابل ہیں لیکن نحو اور علل کے لیے قابل نہیں علم کے اعتبار سے کیا فقہ، کیا نحو، کیا علل کیا یہ اور کیا وہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہر شخص کے اندر الگ الگ قابلیت ہوتی ہے اسی قابلیت سے وہ کچھ سیکھتا ہے اور کوئی ایسا بھی ہے جس کی طبیعت پاک و صاف ہے جو کچھ سنتا ہے قبول کر لیتا ہے تمام علوم پر حاوی ہو جاتا ہے اور عمل کر لیتا ہے۔ ایسے ہی شخص کو کہا جائے گا کہ ہر معنی کے لیے قابل ہے۔ لیکن ایسے اشخاص کم ہوتے ہیں۔

خاکسار نے پوچھا کہ نماز میں خضوع و خشوع کی حد کیا ہے؟

جواب ملا کہ معنی کے اعتبار سے خضوع و خشوع ایک ہی ہے لیکن اس کی حد یہ ہے کہ ظاہری اعضا میں سے ہر عضو کو شرع کے مطابق رکھے اور باطن میں اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے تمام احوال، افعال اور ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے اور اس سے باخبر ہے مثلاً آنکھ کے لیے یہ حکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ قیام کے وقت نظر سجدہ کی جگہ پر ہو، سجدہ کی حالت میں نگاہ ناک پر ہو اور قعدہ یعنی نشست کے وقت پہلو پر ہو اسی طرح ہر عضو کے لیے الگ الگ حکم ہے۔

خاکسار نے سوال کیا کہ خضوع و خشوع دل کے عمل سے ہے؟ فرمایا کہ ہاں! دل ہی کے عمل سے ہے لیکن جب دل میں خضوع و خشوع ہوتا ہے تو اس کا اثر ظاہری جسم پر بھی ہوگا۔ اس لیے کہ جوارح کے افعال دل کے احوال کے مطابق ہوتے ہیں۔ اگر دل میں احوال محمودہ ہیں یعنی دل قابل تعریف صفتوں سے بھرا ہوا ہے تو ہاتھ پاؤں سے بھی اچھے افعال رونما ہوں گے۔ اور اگر دل میں احوال مذمومہ یعنی بُری حالتیں ہیں تو ہاتھ پاؤں سے بھی بُرے افعال ظاہر ہوں گے۔ یہی سبب ہے کہ طریقت میں دل کو ٹھیک رکھنا اور سنوارنا بنیادی قوت ہے اس بنیاد کے بغیر مرید کا کوئی کام درست نہیں ہو سکتا۔

پھر خاکسار نے عرض کیا کہ جس وقت دل میں خضوع و خشوع پیدا ہوتا ہے اس وقت مناجات کی کیفیت سامنے آجاتی ہے؟ ارشاد ہوا کہ یقیناً پوشیدہ اور راز کی باتوں کو کہنا مناجات ہے۔ پہلے حضوری ہو اس کے بعد راز کی باتیں کی جائیں۔ جیسا کہ مشاہدہ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب دو آدمیوں کے درمیان راز ہو تو دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں لیکن اگر ایک کا دل کہیں دوسری جگہ ہو تو ایسی صورت میں وہ کیا راز کی باتیں کرے گا اور کس سے کہے گا؟

پھر خاکسار نے عرض کیا مناجات کی مختلف نوعیت ہو سکتی ہے یعنی ایک ہی شخص مناجات میں کسی وقت تسبیح، تقدیس اور تنزیہہ میں مشغول ہو اور کسی وقت اپنی حقارت، شرمندگی، نالائقی اور بیچارگی کو پیش کرے۔

جواب دیا کہ ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے۔

خاکسار نے سوال کیا کہ بزرگوں کو جو نماز میں سہو ہوتا ہے وہ ایسی ہی حالت میں ہوتا ہے؟

فرمایا ہاں! ایسے ہی مواقع میں سہو ہوتا ہے جب دل ایسی کیفیتوں میں مشغول ہو گیا تو کون کون ارکان ادا ہوئے اور کون کون افعال پورے ہوئے ان کی یاد دل سے جاتی رہتی ہے وہ یہ سب کچھ نہیں جانتے کہ کیا ادا کر رہے ہیں اور کیا ادا کیا۔ اکثر بزرگوں نے اسی وجہ سے امامت نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ یہ حضرات جب نماز شروع کرتے ہیں تو خضوع و خشوع مناجات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضوری پیدا ہو جاتی ہے اور دل نماز کے ارکان و افعال سے غافل ہو جاتا ہے ایسے میں نماز کیسی ہوتی۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؂

درکوی خرابات کسی راکہ نیاز است

ہشیاری و مستی ہمہ در عین نماز است

بعض بزرگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام مقرر کیا ہے یہ بات ابتدائی اور درمیانی زمانہ میں رہی جب مقام تلون[1] سے مقام تمکین[2] میں پہنچے تو اس وقت سہو بہت کم ہوتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت مقام تمکین حاصل تھا پھر آپ سے سہو کیوں کر ہوا اسی کا یہی جواب ہوگا کہ شریعت کی وضاحت کے لیے۔ دوسری بات یہ کہ ہم نے عبادت میں کثرت کی قید کی ہے یعنی بہت کم سہو ہوتا ہے یہ نہیں کہا کہ سہو ہوتا ہی نہیں۔

پھر عرض کیا کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض کی نماز میں شروع سے آخر تک مناجات اور خضوع و خشوع کی کیفیت رہتی ہے؟ فرمایا کہ ہاں!

خاکسار نے سوال کیا کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی وقت ایک رکعت میں خضوع و خشوع پیدا ہوا اور اس رکعت کو طویل کر دیتے ہیں۔

جواب ملا کہ ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے کہ طویل کر دیتے ہیں اسلئے کہ پھر وہ وقت کہاں ملیگا۔ ہو سکتا ہے کہ دوسری رکعت میں وہ کیفیت حاصل نہ ہو اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اسکے بعد کیا ظاہر ہوا اسلیے دوسرے ارکان کو سادگی کیساتھ ادا کرتے ہیں معنوی اعتبار سے وہ نماز خود نماز نہیں ہے ہاں اس اعتبار سے کہ جواز کی شرائط موجود ہیں شرع اس کو جائز قرار دیتی ہے۔

اینجا نہ پذیرند نماز و ورع و زھد ∴ انچہ از تو پذیرند دراں کوئی نیاز است

---

[1] مطلوب حقیقی کی طلب میں سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں مبتدل ہوتے رہنا اور ایک صفت سے دوسری صفت میں منتقل ہوتے رہنا تلوین ہے۔

[2] جب سلوک پورا کر کے سالک مطلوب حقیقی سے واصل ہو گیا تو یہ تمکین ہے۔

"ماخوذ از اصطلاحاتِ صوفیہ"۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس-۹

قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا نصیرالدین امام قاضی صفی نے اس حدیث قال علیہ السلام من زنی بامراۃ ثم نکحھا فھما زانیان ابداً کی تاویل دریافت فرمائی۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ زنا کے فعل کا ارتکاب کسی مرد و عورت سے نکاح کے قبل ہوا ہے اور یہ حرام ہے۔ نکاح کے بعد زنا کا یہ فعل حلال نہیں ہو جاتا ہے۔ زنا کا وہ فعل نکاح کے بعد بھی قایم رہا تو یہ دونوں زنا کی صفت سے ہمیشہ کے لیے متصف رہیں گے۔ اگر اس فعل سے توبہ کر لیتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ توبہ سے گناہ دھل جائے گا لیکن عین فعل زنا رفع نہیں ہوگا۔ اگر قاضی کو ان کے اس فعلِ زنا کی اطلاع مل گئی تو ان کے توبہ کرنے کے باوجود وہ انھیں مار ڈالیں گے یعنی سنگسار کر دیں گے۔

خاکسار نے سوال کیا ایسا گناہ جس کے لیے سزا اور حد مقرر ہے اس کو چھپانا بہتر ہے یا حاکم کے سامنے اس کا اظہار کر دینا بہتر ہے تاکہ وہ اس پر حد جاری کر دے۔

جواب ملا کہ اجازت تو ظاہر کرنے کی ہے لیکن چھپانا بہتر ہے یعنی گناہ کو چھپائے اور توبہ کرلے۔ اس وقت حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی گناہ کو چھپا لیتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں یہاں سزا اور حد سے بچ جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کو سزا ہو گی یا نہیں؟

فرمایا کہ نہیں۔ جب اس نے چھپالیا اور توبہ کرلیا تو جو عذاب اور سزا اس کے لیے مقرر تھی وہ معاف کر دی جائے گی۔ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آج کسی کے عیب کو ظاہر نہیں کیا اور اپنی قدرت سے اس کو ظاہر نہیں فرمایا تو اسکے کرم سے اسکی امید ہے کہ کل قیامت کے دن بھی اور ذلیل نہیں کرے گا۔ والسلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۱۰

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی قاضی اشرف الدین نے عرض کیا لوگوں میں مشہور ہے کہ قیامت میں درجات انھیں کو حاصل ہوں گے جو دنیا میں روزہ، نماز، مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے اور ایسے ہی لوگوں کو سالک کہا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی تو عبادتیں ہیں مثلاً خدمت، اہل وعیال کے لیے روزی کمانا، مسلم بھائیوں کے کاموں کے لیے کوشش کرنی اور اسی طرح کی دوسری عبادتیں۔ اس دوسری قسم کی عبادتوں میں مشغول رہنے والے کو سالک کہا جائے گا یا نہیں اور جس طرح نماز روزہ سے ترقی ہوتی ہے اسی طرح راہِ سلوک میں ان عبادتوں سے ان لوگوں کو ترقی ہوتی ہے یا نہیں؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں! ان کاموں میں بھی سلوک ہوتا ہے اور جس طرح نماز روزہ سے ترقی ہوتی ہے ان سے بھی ہوتی ہے عمل کی حیثیت سے سب برابر ہے جس طرح روزہ اور نماز کا حکم ہے اسی طرح ان کاموں کی بجاآوری پر بھی مامور ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں چونکہ روزہ نماز خاص اللہ کے لیے ہے دوسرے کو اس کا فائدہ نہیں پہنچتا اس لیے اس کو دوسری عبادتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال ہوا کہ نماز و روزہ کے علاوہ جو عبادتیں ہیں ان کا فائدہ دوسروں کو ملتا ہے اور روزہ نماز کا فائدہ صرف اسی شخص کو ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں دوسری عبادتوں کو روزہ نماز پر فضیلت ہونی چاہیئے۔

جواب ملا کہ روزہ نماز کا فائدہ گرچہ روزہ نماز ادا کرنے والے ہی کو ملتا ہے لیکن یہ فائدہ ضمنی ہے قصدی نہیں (یعنی اس نے اپنے فائدہ اور ثواب کے لیے عبادت نہیں کی بلکہ عبادت کی نیت اور قصد محض اللہ کے لیے ہے) اگر شارع اسلام حضرت رسول خدا صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

علیہ وسلم نماز و روزہ کے ثواب کا وعدہ نہیں کرتے تب بھی بغیر ثواب کے فرض ہوتا، ظاہر یہ ہوا کہ نماز و روزہ ادا کرنے والے کو جو ثواب اور فائدہ ملتا ہے وہ ضمنی ہے قصدی نہیں۔ اس کا قصد اور ارادہ تو مولیٰ کی عبادت ہے۔

اس وقت خاکسار نے عرض کیا مالی عبادت متعدی ہے یعنی اس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے اس لیے لوگوں نے مالی عبادت کو بدنی عبادت سے افضل لکھا ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہاں لیکن یہ نفل عبادتوں میں ہے فرائض میں دونوں برابر ہیں۔

اسی درمیان قاضی اشرف الدین نے عرض کیا ماں باپ کی خدمت کے صلہ میں جتنی خوشخبریاں اور وعدے ہیں اتنی نفل نماز اور روزے میں نہیں۔ اس لیے ماں باپ کی خدمت نفل نماز و روزہ سے افضل ہوئی۔

فرمایا کہ ہاں! افضل ہے شرعتہ الاسلام میں مرقوم ہے کہ ماں کی خدمت روزہ، نماز، زکوٰۃ اور حج سے افضل ہے لیکن یہ نفل نماز روزہ وغیرہ میں ہے۔

# مجلس ۔ ۱۱

شرف زیارت سے مشرف ہوا۔ قاضی اشرف الدین نے عرض کیا کچھ لوگ مزار پر تحفہ پیش کرتے ہیں اور ان کی روح کو کھانا دیتے ہیں یہ صاحب مزار کی بزرگی کی دلیل ہے؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں! یہ ان کی بزرگی اور ان کی نیکیوں کی دلیل ہے جو اللہ کے نزدیک ہے۔ خاکسار نے عرض کیا جو کھانا روزانہ معمول کے مطابق ہوتا ہے اس کو اگر کسی کی روح کو بخش دے یعنی یہ نیت کرے کہ میں نے اس کو فلاں کی روح کو بخشدیا تو یہ عمل کیسا ہے؟

جواب ملا کہ اس کی نیت خود کھانے کی ہے نہ کہ کسی کی روح کو بخشنے کی۔ اگر نیت نہیں کی تو پکا کر کھالیا۔ پھر فرمایا کہ مومن کا کھانا تناول کرنا خود عبادت ہے کھانے کے بعد اگر یہ کہا جائے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ اس کھانے سے جو ثواب حاصل ہوا اس کو فلاں کی روح کو بخشدیا تو یہ بہت اچھی نیت ہے اگر اس طرح پر کرے تو کرنا چاہیے۔

پھر سوال ہوا کہ اگر کسی نے کسی کے لیے فاتحہ پڑھی دل میں یہ نیت بھی کی کہ یہ فاتحہ فلاں کی روح کو بخشتا ہوں لیکن زبان سے نہیں کہا تو یہ کیسا ہے ؟

جواب دیا کہ یہی کافی ہے مگر زبان سے بھی کہدے تو بہت اچھا ہے جیسا کہ نیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نیت دل سے ہے لیکن زبان سے کہنا مستحب ہے اور زبان سے جو نیت کی جاتی ہے وہ دراصل عبادت ہے۔ اس لیے زبان سے بھی کہدے تو اس کا ثواب ہوگا۔ اور یہ عبادت قاعدہ کے مطابق ہوگی۔ لیکن یہ اس سے مشابہ نہیں ہے تو زبان ہی سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کہدے تو یہ تاکید اور تکرار کے لیے ہوگی۔

# مجلس ۔ ۱۲

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ خاکسار نے عرض کیا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال و اسباب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ پر سب کچھ نثار کر دیا اس وقت اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ رکھا یا نہیں ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں ! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ مَا خَلَّفْتَ لِعِیَالِکَ (آپ نے اپنے بچوں کے لیے کیا رکھا) تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ و رسولہ (بچوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول ہے) بیت

رہ بخرابات برد عارف پرہیزگار
سفرۂ یکروزہ کرد نقد ہمہ روزگار

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر خاکسار نے پوچھا کہ انھوں نے اپنی زوجہ کے لیے کچھ الگ کیوں نہیں کیا؟

جواب دیا کہ فرض لیے توحید کا آفتاب ان کے اندر ایسا تاباں تھا کہ اس کے مقابلہ میں سب کچھ گم کر دیا اور اس طرح کی جو روایت بھی کسی بزرگ کے متعلق نظر آئے اس کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہیے کہا گیا ہے کہ اذا جاء الصباح ذھب المصباح (جب صبح نمودار ہوئی تو چراغ رخصت ہوا) اور یہ شعر پڑھا ؎

دراں ساعت کہ او یاد من آید
فراموشم شود موجود و معدوم

خاکسار نے سوال کیا ان کی اہلیہ نے اس کے بارے میں ان سے کچھ کہا یا نہیں؟

حضرت مخدوم نے فرمایا واللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے کہ کہا یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ روزانہ کا کھانا اور خرچ واجب ہے جو دن آتا ہے اس دن کا خرچ واجب ہوتا ہے تو پھر اس سے زیادہ کی کیا ضرورت۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی اہلیہ نے اس میں ان کا ساتھ دیا ہو اور ان کی رضا بھی شامل ہو۔

پھر سوال ہوا کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہمیشہ تھا کہ گھر والوں کی خوراکی کے لیے ظاہری اسباب سے تعلق نہیں رکھتے تھے؟

فرمایا کہ ہاں! ہمیشہ یہی حال تھا چونکہ آپؓ صادق تھے اس لیے ظاہری اسباب کا سہارا نہیں لیتے غیب سے جو آجاتا اسی پر اکتفا کرتے اس حال کے بعد تعلق غیب پر تھا۔ فرد

فرمان عقل و عشق بہ یکجا نمی شود
غوغا بود دو بادشہ اندر ولایتی!

---

خاکسار نے دریافت کیا اس زمانہ میں شادی بیاہ میں جو رسم ورواج ہے مثلاً عورتوں اور مردوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کے علاوہ اور دوسری چیزیں ہوتی ہیں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے وقت میں تھا یا نہیں؟

فرمایا یہ سب تو تھا لیکن اس طرح پر نہیں جیسا اس زمانہ میں ہے۔ اجتماع ہوتا جو کچھ موجود ہوتا وہ پیش کیا جاتا، کچھ دیر نشست وبرخواست ہوتی پھر فرصت ہو جاتی لیکن آج کل جس درجہ بڑھا ہوا ہے ایسا نہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو آخرت کا غم گھیرے ہوئے تھا اور ان کا دل اسی غم میں ڈوبا ہوا تھا اگر ان کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کی محبت میں اس کی خوشی ان پر غالب نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر کے لیے خوشی ہوتی اور ختم ہو جاتی وہ بھی بے انتہا اندوہ کے ساتھ ان لوگوں کو ہر وقت موت، قبر، اور قیامت کی فکر دامنگیر رہتی خوشی یا خوشی کا کوئی کام اگر پیش آجاتا تو ان کو الجھن ہوتی کسی چیز سے بھی ان کو آرام وسکون حاصل نہیں تھا اور کسی چیز سے خوشی ومسرت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب تک عاقبت اور اس کا انجام سامنے نہیں ہو۔ ابیات۔

زدنیا بخش ما غم خوردن آمد ✧ نشاید غم خوردن الارزق مقسوم

روز شادی راشب غم درقفا است ✧ چون درین باشید یاد آورید!

پھر سوال ہوا کہ اس زمانہ میں مردوں کو جس قدر (دین) کا غم تھا اسی قدر عورتوں کو بھی تھا؟

فرمایا کہ عورت اور مرد سب اسی غم میں مبتلا تھے پھر یہ شعر پڑھا۔

کسی کہ فتنہ جادوی برخمار تونیست

مگر کسی است کہ درعہد روزگار تونیست

اور کہا کہ اس زمانہ میں سب کے دل صاف تھے۔ اسی لیے غم ان کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اس زمانہ میں دلوں میں وہ غم نہیں اسی لیے شادی بیاہ کے رسوم میں تکلفات اور مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار نے سوال کیا کتابوں میں مرقوم ہے کہ جو شخص اس گروہ (صوفیہ) کی صحبت اختیار کرے اس کو سب سے پہلے اپنی لذتوں اور اپنی قسمت کی چیزوں سے باز آجانا چاہیئے اس قول میں دنیوی حظوظ اور نصیب مراد ہے یا اخروی؟

جواب دیا کہ نہیں اخروی حصے اور لذتیں مراد نہیں ہیں بلکہ اس کا اطلاق دنیوی حصے اور لذتوں پر ہوگا اس لئے کہ جھگڑا تو دنیا کی چیزوں کے لئے ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنے لئے کسی چیز کا مطالبہ کرے کہ یہ مجھے دیدو اور اس شخص کو خود اس کی حاجت ہے اگر نہیں دیتا ہے تو دونوں میں لڑائی اور دشمنی پیدا ہوجاتی ہے اس لیئے کہ اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی اور یہ ایسی صورت میں ہوتی جب وہ چیز اس سے جدا ہوجائے مثلاً یہ دستار اگر کوئی ہم سے لے لے تو ہمارے پاس سے یہ چیز نکل جائے گی۔ دنیا کی نعمتوں میں اسی طرح کا جھگڑا ہوتا ہے لیکن کسی کے پاس بہت زیادہ ہے اور ضرورت سے فاضل ہو تو کسی کے طلب کرنے پر وہ دے دیتا ہے تو اس کے دینے سے کوئی دشواری اور پریشانی نہیں ہوتی لیکن چیز تو چلی جاتی ہے ہاں آخرت کی نعمتوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اگر اس میں سے کسی کو کچھ بخشدیں تو کیا کمی ہوگی۔ ایسا نہیں ہے کہ اخروی نعمتوں میں کچھ دیدیں تو وہ ان سے جدا اور علیحدہ ہوجائے اور ان کے پاس سے نکل جائے وہ اسی طرح قائم رہتی ہے اس میں تنگی نہیں ہوتی جھگڑا نہیں ہوتا بلکہ نعمت میں اور اضافہ ہوتا ہے جتنا بھی دے دیں کمی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے آخرت کے درمیان کوئی جھگڑا اور دشمنی نہیں ہے اور علمائے دنیا میں اسی کے برعکس جھگڑا ہی جھگڑا ہے۔ بیت

براہ عقل برفتند سید مالبسیار

کہ راہ بعالم دیوانگی نہ دانستند

خاکسار نے سوال کیا کہ بزرگوں سے دل اور زبان کے ذریعہ اخروی نعمتوں کا سوال کرنا بہتر ہے یا ان کے اشراق باطن پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

ارشاد ہوا کہ کچھ لوگوں نے سوال کیا ہے اور کچھ لوگوں نے نہیں بھی کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسے لوگوں نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں میرا حصہ مقدر ہو گیا ہے تو مجھے مل کر رہے گا وہ اس وقت مقررہ کے منتظر رہتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ فرد

ہزار چارہ برانگیختم وصال ترا
ولی چہ سود کہ دولت بزور بازو نیست

اور بعض وہ ہیں جنھوں نے ذرہ برابر بھی خواہش نہیں کی ہے اس لئے کہ وہ دنیا اور آخرت میں کسی بھی نعمت کے لائق خود کو نہیں سمجھتے۔ انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم کون ہیں جو نعمت کی تمنا کریں ہم دنیا اور آخرت میں کسی چیز کے لائق ہی نہیں ہیں۔ یہ صفت سب پر غالب ہے۔ اسی نگاہ نے ان لوگوں کو دونوں جہان کی خواہش اور تمنا سے آزاد کر دیا ہے ۔

من چہ شائستہ ام کہ ترا خوانم و دانم
مگرم ہم تو بہ بخشی کہ سزاوار تو باشم

خاکسار نے دریافت کیا اس نگاہ سے کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ (ساری چیزیں) معدوم ہو جاتی ہیں اور خود کو سارے عالم سے محروم سمجھتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ صفت سب سے بڑھی ہوئی ہے ایسی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے تاکہ اس کے ذریعہ اپنے پندار اور خواہشات سے آزاد ہو جائے اپنے حق میں بدگمان رکھنا یعنی خود کو سب سے برا سمجھنا بہت اچھا کام ہے۔

نمی دانم کراما نم بدیں سیرت گرفتارم
نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

خاکسار نے عرض کیا اگر کسی مجلس میں علمی گفتگو ہو رہی ہو یا کوئی مسئلہ زیر بحث ہو اور ہر شخص اس موضوع پر اپنی اپنی بات پیش کر رہا ہو اور کسی کو اس مسئلہ میں معلومات حاصل ہوں تو اس شخص کے لیے بہتر کیا ہے اپنی معلومات کا اظہار کرے یا خاموش رہے؟ ارشاد ہوا کہ خاموشی بہتر ہے اس لیے کہ بولنے میں اپنی شخصیت کا اظہار ہو گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری بات یہ کہ کسی کو تکلیف بھی پہنچ سکتی ہے اس زمانہ میں حق کی طلب کے لیئے اور جو باتیں پوشیدہ ہیں ان کو ظاہر کرنے کے لئے گفتگو میں بحث بہت کم ہوتی ہے۔ زیادہ تر یہ مباحثے اپنی شخصیت کے اظہار اور دوسروں کو رنج پہنچانے کے لیئے ہوتے ہیں۔ فرد

تکرار و بحث و گوشہ مسجد خوش است ولیک
در بزم دوست نعرۂ مستانہ خوشتر است

خاکسار نے التماس کیا اس معنی کے رو سے نفس کو بہت زیادہ مجاہدہ حاصل ہوتا ہے؟

فرمایا کہ سب سے بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ جاننے کے باوجود خاموش رہے اس لئے کہ بولنے سے نفسانیت کا اظہار ہوتا ہے کہ میں بھی جانتا ہوں اگر خاموشی اختیار کرے تو یہ بہت اچھا ہے۔ حضرت مخدوم نے اس صفت اور اس کے مفہوم کی بہت زیادہ تعریف کی اور فرمایا کہ اس کا اطلاق تمام صفات حمیدہ پر ہوگا جس کا تعلق صفات حمیدہ سے ہے اس کو پوشیدہ رکھے اور اس کا اظہار نہیں کرے یہ عمل نفس کے لئے تلوار ہے بہت بڑا مجاہدہ ہے اور بہت زیادہ پسندیدہ ہے۔

باگل نظری دارم گر خار نداند بہ
سر دل یاراں اغیار نداند بہ

پھر عرض کیا کہ ایسا نیک کام جو نفس کے لئے دشوار ہو اور بغیر ظاہر کئے حاصل نہیں ہو جیسے خدمت تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

فرمایا کہ یہ تو ضروری ہے اور عمل ظاہر سے اس کا تعلق ہے۔ ہاں! اگر کسی دوسرے سے اپنی اس خدمت کو کہے تو یہ اظہار ہوگا لیکن خدمت کرنے میں کوئی چیز لازم نہیں آتی کیونکہ وہ کسب ہے۔

خاکسار نے سوال کیا کہ وہ کون سا مغز معانی ہے جس سے تمام معانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیدا ہوتے ہیں اور جس کی رعایت ہر حال میں کی جائے۔

ارشاد ہوا کہ ہر محل اور موقع میں فقر ہی مغز معنی ہے۔ جیسا کہ صاحب شریعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سب سے اہم حکم سمجھنا چاہیے اس لیے کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ کا حکم موجود ہے اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں سب کے سب التعظیم لامر اللہ کے تحت ہیں اور بندوں کے جو حقوق ہیں وہ الشفقۃ علی خلق اللہ کے تحت ہیں۔ یہ دونوں کلمے تمام مواقع میں شامل ہیں۔ ہر موقع پر ان دونوں میں سے ایک کا پیش آنا ضروری ہے ان دونوں سے کوئی موقع و محل خالی نہیں یعنی خدا کا حق سامنے آئے گا یا بندہ کا حق۔ اس کے بعد یہ حکایت فرمائی کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ان کو قرآن کی تعلیم دیجیے۔ وہ صحابی ان کو قرآن پڑھانے لگے جب سورہ اذا زلزلت الارض میں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کی آیت پڑھی تو اس شخص نے کہا میرے لیے بس یہی کافی ہے چند روز کے بعد آپ نے ان صحابی سے پوچھا کہ اس شخص کو قرآن پڑھا رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جب اس شخص نے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کی آیت پڑھی تو کہا میرے لیے یہی کافی ہے اور اٹھ کر اپنے قبیلہ کی طرف چلے گئے۔ آپ نے فرمایا فقہ الرجل یعنی وہ مرد فقیہ ہو گیا۔

# مجلس ۔ ۱۳

حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ شیخ احمد نے عرض کیا زندگی میں آدمی کا جسم

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو کام کرتا ہے وہ روح کی فرمائش اور حکم سے کرتا ہے لیکن جب جسم مردہ ہو جاتا ہے تو روح مردہ ہو جاتی ہے یا اپنے حال پر رہتی ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ روح اپنے حال پر رہتی ہے جس طرح تھی ویسے ہی رہتی ہے اس کے بعد فرمایا کہ موت سے پہلے جسم کے ساتھ روح کا تعلق اسی طرح رہتا ہے جیسے صانع (کاریگر) کا تعلق آلہ (اوزار) کے ساتھ ہوتا ہے صانع کا تعلق آلہ کے ساتھ اس سے زیادہ نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اگر آلہ نہیں ہو تو صانع بھی نہیں ہو۔ ایسی طرح روح ہے یعنی روح اپنی بقا کے لیے جسم کا محتاج نہیں۔ روح تو اس جسم کے ذریعہ صرف کاموں کو کرتی ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مثلاً زبان کے آلہ سے گفتگو کرتی ہے پاؤں کے آلہ سے چلتی ہے اور آنکھ کے آلہ سے دیکھتی ہے۔

خاکسار نے عرض کیا جسم روح کے احکام کے ظاہر ہونے کا محل ہوا؟

فرمایا ہاں! عالم ظاہر میں لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح عالم ملک (ظاہر) میں جان کے احکام جسم میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام عالم کبریٰ سے روح میں پیدا ہوتے ہیں۔ بیت۔

جسم آدم برقع جاں آمدہ

جان آدم برقع جاناں شدہ

پھر عرض کیا جس طرح جان کے تمام کام قالب میں ظاہر ہوتے ہیں اور قالب جان سے بے خبر ہے وہ نہیں جانتا کہ جان سے کیا ظاہر ہوا ہے اسی طرح روح میں بھی ہوتا ہے یا روح کو احکام حق کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ارشاد ہوا کہ روح کو اطلاع ہو جاتی ہے اور وہ جانتی ہے کہ مجھ میں حق تعالیٰ کے احکام کا ظہور ہوا ہے اور روح اسکا مشاہدہ کرتی ہے۔ روح عالم ہے اور علم اسکی صفت ہے لیکن قالب (جسم) جماد ہے اور جماد کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔

خاکسار نے سوال کیا مومن اور کافر سب کی ارواح کو اس مشاہدہ کا علم ہوتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب ملائکہ ہاں! اس میں مومن کیا اور کافر کیا۔ پھر عرض کیا جب کافروں کی روح کو بھی اس مشاہدہ کا علم ہوتا ہے تو کفر وانکار کیوں کرتے اس لیے کہ انکار اور اقرار روح سے صادر ہوتے ہیں سب کو اقرار ہی کرنا چاہیئے تھا۔

فرمایا کہ کافروں کی ارواح اس عالم میں آنے سے پہلے پاک وصاف تھیں جب ان کا تعلق عالمِ قالب کے ساتھ ہوا تو ان کو دو مشغولی پیش آئی ایک عمل خیر اور دوسرا عمل شر۔ ان لوگوں نے جس قدر عمل شر کیا اسی قدر ان کی صفائی میں کدورت پیدا ہوئی ان کی روح جتنی پاک وصاف تھی۔ ویسی نہیں رہی۔ اس گندگی اور کدورت کی وجہ سے غلطی میں مبتلا ہو گئے اور انکار کر بیٹھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن اسی کو آگ میں ڈالا جائے گا جو عمل شر کی وجہ سے مکدر اور گندہ ہے تاکہ اس کی کدورت یعنی گندگی اس سے دُور کی جائے کہتے ہیں کہ جس نے آج یعنی اس عالم میں اپنے آپ کو مجاہدہ اور ریاضت کی بھٹی میں جھونک دیا وہ کل قیامت کے دن اُس آگ سے محفوظ رہے گا۔ بیت ؎

عجب دارم درون عاشقاں را

کہ پیراہن نہ سوزد از حرارت

شیخ معزالدین نے درج ذیل شعر کا معنی دریافت کیا ؎

بسوزد کہ ترا در ہر پلکی

بزمانہ نماند زندہ یکے

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ لفظ "پلک" سے کوئی یہ مفہوم لیتا ہے کہ تیری ربوبیت کی تجلیات کے مقابلہ میں یہی سزاوار ہے کہ کوئی زندہ نہیں رہے اور کوئی یہ معنی سمجھتا ہے کہ تیری عجائبات قدرت اور تیرے حکم کے مقابلہ میں کوئی زندہ نہیں رہے اور کوئی یہ مطلب نکالتا ہے کہ تیرے قہر وجلال کے مقابلہ میں کوئی زندہ نہیں رہے۔ بیت

کدام مرغ دل زیرک است در عالم ❖ کہ پائے بستہ از جان ودل بکار تو نیست

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۱۴

حاضری کی سعادت کا شرف حاصل ہوا۔

خاکسار نے عرض کیا اگر کسی نے یہ خواب دیکھا کہ ایک آدمی کا سر تلوار سے جدا کر دیا ہے تو خواب دیکھنے والے کے حق میں اس کی کیا تعبیر ہوگی۔

حضرت مخدوم نے فرمایا جس نے خواب دیکھا ہے اس کا تعلق کس جماعت سے ہے عرض کیا مفردان کی جماعت سے ارشاد ہوا کہ اس خواب کی جو تعبیر بیان کی گئی وہ مفردان کے حق میں نہیں ہے کیونکہ مفردان کا اس سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جو شخص ایسا خواب دیکھتا ہے وہ اپنے نفس کو مار ڈالتا ہے اور نفس سے پاک ہو جاتا ہے لہٰذا یہ تعبیر مفرد کے حق میں مناسب نہیں ہے اللہ بہتر جانتا ہے مفرد کے حق میں یہ تعبیر ہو سکتی ہے کہ اس کو کسی کی حمایت اور عنایت حاصل ہو اور وہ حمایت و عنایت اس سے منقطع ہو جائے گی اس لیے کہ اس کا قیام اسی حمایت و عنایت کے ساتھ ہے جس طرح جسم کا قیام سر کے ساتھ ہے اسی وجہ سے اس خواب کی تعبیر حمایت و عنایت کے منقطع ہونے سے کی جائے گی۔

قاضی اشرف الدین نے سوال کیا اگر کوئی جانور خواب میں کسی پر حملہ کرے تو یہ خواب کیسا ہے؟

فرمایا کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ جانور اس پر غالب آیا یا نہیں۔ اگر غالب آ گیا تو اس جانور کی جو صفت ہے وہ اس شخص میں آگئی ہے اور اس صفت کا غلبہ اس پر ہوا ہے اور اس صفت نے اس کو مغلوب کر دیا ہے اس لیے کہ آدمی میں تمام حیوانوں کی صفتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ شیر نے اس پر حملہ کیا ہے اور اس پر غالب آگیا ہے اس خواب کی یہ تعبیر ہوگی کہ غصہ کی صفت اس پر غالب آگئی ہے اس لئے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

غصہ اور خفگی کی صفت شیر اور کتے کی ہے اسی طرح لومڑی کو خواب میں دیکھنے کی یہ تعبیر ہے کہ اس کی خاص صفت چاپلوسی اور مکاری پیدا ہوگی۔ اگر تیندوا کو خواب میں دیکھیں تو غرور اور سرکشی پیدا ہوگی کیونکہ یہ صفت تیندوا کی ہے۔ اور اگر سؤر دیکھیں تو شہوت اور خساست سے تعبیر کریں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ **عین القضاۃ** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک راہِ سلوک میں لاکھوں صفات دیکھتا ہے اور جس صفت کو دیکھتا ہے سمجھتا ہے کہ یہی میری حقیقت ہے اور میں اپنی حقیقت تک پہونچ گیا لیکن وہ وہ نہیں ہاں اسی سے ہے۔

**شیخ معزالدین** نے دریافت کیا اگر کسی نے گائے یا اسی طرح کے دوسرے جانوروں کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

ارشاد ہوا کہ گائے اور اس طرح کے دوسرے جانوروں میں کھانے سونے اور غفلت کی عادت اور صفت ہوتی ہے اس لیے اس کی یہی تعبیر ہوگی کہ خواب دیکھنے والے میں کھانے، سونے اور غفلت کی صفت غالب ہوگئی ہے۔

# مجلس ۱۵

دولت دیدار حاصل ہوئی۔ **شیخ معزالدین** نے عرض کیا اگر کسی نے خواب دیکھا کہ بجلی گری اور آگ لگ گئی اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی؟

حضرت **مخدوم** نے کچھ تامل کے بعد فرمایا کہ جس شہر میں کسی نے یہ خواب دیکھا ہو اس شہر میں ایک بڑی بلا اور مصیبت کا نزول ہوگا۔

خاکسار نے سوال کیا قرآن کی یہ آیت **تحسبھم جمیعاً وقلوبھم شتّٰی** کس گروہ کے متعلق ہے۔

حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول کافروں کے حق میں ہوا ہے حضرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک جنگ میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کفار کے ساتھ ہوا اس وقت آپؐ کے ساتھ بہت تھوڑی جماعت تھی اور اسی کے برعکس کافروں کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ آپؐ متفکر ہوئے اور دل میں یہ خیال آیا کہ کافروں کی فوج بہت بڑی تعداد میں ہے اور ہماری طرف مختصر لوگ ہیں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان کو جماعت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کے دل پراگندہ ہیں یعنی ان کے دل منتشر ہیں ایک کا دل دوسرے سے ملا ہوا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ اس کے بعد یہ حکایت فرمائی کہ ایک عزیز نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک درویش مغربی ملک سے ملتان پہنچے۔ چند روز کے بعد شیخ سے دہلی جانے کی اجازت چاہی تاکہ وہاں کے علماء اور مشائخ کی زیارت کریں۔ شیخ نے اجازت دیدی۔ درویش نے رخت سفر باندھا اور دہلی پہنچے۔ ایک رات وہاں رہے اور صبح سویرے ملتان کے لیے روانہ ہوگئے۔ جب ملتان پہنچے اور شیخ نے ان کو دیکھا تو اس قدر جلد واپس آنے کی وجہ دریافت کی اس درویش نے کہا تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی۔

# مجلس ۱۶

قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی جلال الدین محجوب نے دریافت کیا قبر میں منکر نکیر کیا سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب کیا ہے؟

حضرت مخدوم نے فرمایا وہ سوال کرتے ہیں من ربک تمہارا پروردگار کون ہے، من نبیک تمہارا نبی کون ہیں، مادینک اور تمہارا دین کیا ہے، جواب یہ ہے :- ربی وربکم اللہ میرا اور تمہارا پروردگار خدا ہے۔ نبی محمد علیہ السلام۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر ہیں۔ ودینی دین الاسلام اور میرا دین

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلام ہے۔

خواجہ ممن ملتانی اس وقت مجلس شریف میں حاضر تھے۔ کسی نے عرض کیا آج کل خواجہ ممن ملتانی مسلمانوں کے بہت کام آتے ہیں اور ان کے کاموں کو انجام دیتے ہیں۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا کام ہے اور بہت بڑی دولت ہے۔ سیکڑوں نماز اور روزے ایک طرف اور مومن کی حاجت روائی ایک طرف ہے۔ مسلمانوں کے کاموں کو انجام دینا اور مخلوق کے کاموں کے لیے کوشش بہت بڑی دولت ہے۔ یہ پیغمبروں کی سُنّت ہے جنھوں نے خدمت خلق کی ہے۔ اور ان کی پریشانی اور مصیبت کو اپنے سر پر لے لیا ہے۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ جب میں حجرۂ قدیم میں تھا اس زمانہ میں یہاں ایک حاکم تھا جس کا سلوک لوگوں کے ساتھ بہتر نہیں تھا۔ اکثر لوگ میرے پاس آتے کہ میرا کام کرا دیجیے اور میرے لیے سفارش کر دیجیے۔ میں ہر ایک کے لیے سفارش کرتا اور سفارشی خط لکھ دیتا۔ یہاں تک کہ اس کام کے لیے لوگوں کا ہجوم اُمنڈ آیا۔ کبھی کبھی وقت بشریت کی وجہ سے میں تنگ آجاتا۔ شیخ زادہ چشتی سلمہُ اللہ تعالیٰ۔ اس زمانہ میں یہیں تھے جس وقت سفارش کے لیے لوگوں کا ہجوم اُمنڈ رہا تھا اس وقت اتفاق سے وہ میرے یہاں آئے ہوئے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ یہ کام میرے لیے مشکل ہو جاتا ہے اور میں تنگ آجاتا ہوں تو کہا آپ تنگ آجاتے ہیں ہرگز تنگ نہ ہوں، لوگوں کی اس مصیبت کو برداشت کریں۔ اور یہ قصہ بیان کیا کہ چشت سے چند روز کی مسافت پر ایک جگہ تھی جس کا نام لنزیو یا کوئی دوسرا نام تھا وہاں ایک آدمی کو کسی آدمی سے کوئی ضرورت پیش آگئی وہ مقصد کسی طرح پورا نہیں ہو رہا تھا اس وقت چشت میں حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے، وہ ضرورت مند حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی روداد بیان کی اور عرض کیا حضرت! میرا کام آپ کے وہاں تشریف لے جانے پر موقوف ہے اگر حضرت تشریف لے چلیں اور اس شخص سے سفارش کر دیں تو میرا کام بن جائے۔ حضرت اسی وقت تیار ہو گئے۔ اور فرمایا اگر ایسی بات ہے کہ میرے جانے سے تمہارا کام ہو جائے گا تو بسم اللہ چلیے۔ اُٹھے مصلّی کاندھے پر رکھا اور روانہ ہو گئے۔ آپ کے رفقا بھی پیچھے پیچھے چلے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ دیکھیں خواجہ کہاں جا رہے ہیں کسی کو اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ سفر کا پروگرام دریافت کرے۔ لوگوں نے سمجھا کہ کہیں زیارت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں پورا دن اسی طرح سفر میں گزر گیا، لیکن کسی نے نہیں پوچھا، بعد میں معلوم ہوا کہ فلاں آدمی آئے تھے وہی لے جا رہے ہیں۔ الغرض حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے۔ اس شخص سے ملاقات کی اور سفارش کی، لیکن اس نے حضرت کی سفارش نہیں سنی اور اس ضرورت مند کا کام نہیں بنا۔ حضرت نے فرمایا میں نے اپنا کام کر دیا کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے اب تم کیا کہتے ہو۔ اس حاجت مند نے کہا حضرت سلامت رہیں اب واپس چلا جائے۔ سب لوگ لوٹ آئے۔ جب حضرت واپس آئے تو ہر شخص نے اس آدمی سے کہا کہ حضرت نے تم کو کوئی سفارشی خط نہیں لکھا اور نہ کسی آدمی کو بھیجا بلکہ اس کام کے لیے خود تشریف لائے اور تو نے ان کی بات نہیں سنی۔ لوگوں کے کہنے سے وہ شرمندہ ہوا اور اس نے کہا اگر حضرت خواجہ دوبارہ آجائیں تو میں یہ کام کر دوں گا۔ وہ حاجتمند پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ میرے مقصد برآری کا انحصار آپ کے تشریف لے جانے پر ہے ایک بار پھر کرم فرمائی ہو جائے آپ نے فرمایا اگر میرے جانے سے ہو جائے تو چلیے۔ مصلیٰ کاندھے پر رکھا اور روانہ ہو گئے وہاں پہنچے اور اس کا کام بن گیا جب چشت واپس آئے تو مریدوں نے عرض کیا حضرت خط ہی لکھ دیتے یا کسی کو بھیج دیتے تو وہی بات ہوتی جو آپ کے جانے سے ہوئی۔ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ نے جواب دیا کہ اس نے خط لکھنے یا آدمی بھیجنے کے لیے نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ میرا کام آپ کے جانے پر موقوف ہے جب اس کا کام میرے جانے پر منحصر تھا تو مجھے جانا پڑا۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مسلمان بھائیوں کے کاموں کو انجام دینا بہت بڑی خدمت ہے۔ مشائخ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس گروہ صوفیہ کے لوگ بادشاہوں کے دربار میں گئے بھی ہیں اور نہیں بھی گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ بلائے تو جانا چاہیے اگر نہیں آئیں جائیں گے تو یہ بدعت ہو گی لیکن بغیر بلائے نہیں جاتے ہاں! اگر بادشاہوں کے یہاں ان کے جانے سے کسی مسلمان کی حاجت روائی ہو جائے تو ایسی صورت میں جائیں۔ احیاء العلوم میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ روایت آئی ہے کہ پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر نے ایک بادشاہ کا اس وقت رکاب پکڑ لیا تھا جب وہ گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا لوگوں کو یہ حال دیکھ کر سخت تعجب ہوا اور کہا یہ بھی عجیب معاملہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایک بادشاہ کا رکاب پکڑیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس بادشاہ کا رکاب اس لیے پکڑا تا کہ اس کو مجھ سے اُلفت پیدا ہو جب مجھ سے اُلفت و محبت پیدا ہوگی اور کسی کو اس سے کوئی کام پڑ جائے گا تو میری سفارش سے اس کا کام بن جائے گا۔ بادشاہ کا رکاب پکڑنے میں یہی راز پوشیدہ تھا۔ حضرت مخدوم نے اس معنی کی بہت تعریف کی اور حاضرین کو خدمتِ خلق کی رغبت دلانے کے لیے بار بار فرمایا۔ کیا اچھا ارادہ ہے اور کیا خوب نیّت ہے۔

والسّلام

# مجلس ١٧

نئے چاند کی مبارکبادی اور قدمبوسی کے لیے مغرب کی نماز کے بعد رفقاء حاضر ہوئے۔ قاضی اشرف الدین نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں ایک لمحہ کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے ایسی صورت میں تفکر کو تمام عبادتوں پر فضیلت ہوگی۔ اور بعض بزرگوں کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ انھوں نے دن یا رات میں دو ہزار اور تین ہزار رکعتیں نماز پڑھی ہیں۔ یہ کیسے درست ہوا۔ اگر تفکر میں رہتے تو گویا اس عبادت میں مشغول رہتے جس کو دوسری عبادتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا تفکر کو نفل نمازوں پر جو فضیلت ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے کہا لیکن ہر چیز کے اندر الگ الگ خاصیّت ہے اور وہ خاصیت اسی سے متعلق ہے دوسری سے نہیں۔ اور ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنے اندر کمالات پیدا کریں اور حصول کمالات کے لیے اسباب ہوتے ہیں انھیں اسباب کے ذریعہ کمالات کے معانی حاصل کرتے ہیں۔ نماز میں بھی ایک خاصیت ہوتی ہے جو نماز ہی میں حاصل ہوتی ہے جن لوگوں نے نماز کی مشغولیت اختیار کی ہے وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی لئے تاکہ نماز کی خاصیت اور اثر کا ادراک حاصل ہو اس سے مطلع ہو جائیں اور اپنے اندر ان کمالات کو پیدا کرلیں۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اس سے یہ بحث بھی نکلتی ہے کہ بعض شخص نماز ترک کر دیتے ہیں اور ترک نماز کے لیے یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ نماز روزہ اور دوسری عبادتیں اس وقت تک ہیں جب تک مطلوب و مقصود حاصل نہ ہو اجب مطلوب و مقصود تک رسائی ہو گئی تو پھر یہ ساری حاجتیں ختم ہو گئیں اس لیے کہ یہ سب وسائل اور ذرائع ہیں۔ ذرائع اور وسائل میں اسی وقت تک مشغول رہنا ہے جب تک منزل اور مقصد تک نہیں پہنچا۔ منزل اور مقصد کے حصول کے بعد ان چیزوں میں مشغول رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اس کا جواب یوں دیتا ہوں کہ اگر نماز کا مقصد صرف وسیلہ اور ذریعہ ہی ہے تو یہ بات ٹھیک سمجھی جاتی لیکن نماز کا معنی اور مقصد کچھ اور بھی ہے جس کو نہ تم جانتے ہو اور نہ میں جانتا ہوں اور اس مقصد تک ہماری رسائی نہیں ہوتی ہے۔

اسی درمیان قاضی اشرف الدین نے پھر عرض کیا اگر وہ تارک نماز یہ کہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ نماز میں اس کے علاوہ بھی معانی و مقاصد ہیں (تو اس کا کیا جواب ہوگا)۔

حضرت مخدوم نے فرمایا ایسا کہنے والے کو لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے۔ تمام علماء اور مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام سب لوگوں سے زیادہ واصل بحق تھے، اور منزل و مقصود تک پہنچے ہوئے تھے، ایسی صورت میں اگر نماز کو صرف وسیلہ مانا جائے تو انبیاء نماز نہیں پڑھتے اس لیے کہ وصول حق کے بعد یہ مشغولیت بیکار ہوتی، اور یہ بات سب لوگوں کو معلوم ہے کہ انبیائے کرام نماز کے پابند رہے اور ہمیشہ پڑھتے رہے علمائے ذی احترام اور مشائخ عظام بھی جو سب کے نزدیک مقبول ہیں ترک نماز کے قائل نہیں ہوئے۔ معلوم ہو گیا کہ ان حضرات نے جو نماز پڑھی ہے اور ترک نہیں کی اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز کے اسرار و معانی کا ان کو انکشاف کھلتا۔ بیت

عیب کنندم کہ چہ دیدی درو

کور نداند کہ چہ بیند بصیر

پھر سوال ہوا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان اکابرین نے امت کی تعلیم کے لیے نماز پڑھی ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مخدوم نے اس کے جواب میں فرمایا اس کے لیے چند بار پڑھ لینا کافی ہوتا اور پھر یہ کہ امت کی تعلیم کے لیے عمل کرکے تعلیم دینے کی کیا ضرورت تھی صرف حکم دینا کافی تھا۔

عرض کیا اگر یہ کہا جائے کہ امت کی تعلیم کے لیے نہیں تھا بلکہ صرف ان ہی کے لیے مخصوص تھا اسی لیے اس کو اختیار فرمایا۔

جواب ملا اگر صرف ان ہی کے لیے مخصوص ہوتا تو اس کو بیان کر دیتے جس طرح اور دوسری چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو اُن کے لیے مخصوص تھیں۔

اس کے بعد فرمایا نماز، تسبیح، تہلیل، رکوع، سجود، ثنا، دعا، قرأت قرآن اور قعدہ سب کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں بلکہ ہر حرکت اور سکون میں ایک راز، ایک خاصیت اور ایک اثر پوشیدہ ہے جس کا حصول ان کو کشف سے ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ کمالات تک پہنچتے ہیں۔ جہاں تک فضیلت کا تعلق ہے تفکر دوسری عبادتوں سے ضرور افضل ہے لیکن جو نماز میں ہے وہ تفکر میں نہیں، مثلاً یہ حدیث آئی ہے کہ جس نے تین بار سورۂ اخلاص پڑھ لیا اس کو ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔ یہاں پر کیا کہیں گے کہ دوسری سورتوں کی تلاوت نہیں کی جائے ختم قرآن کے ثواب کی رو سے سورۂ اخلاص کی قرأت ایسی ہے لیکن اس اعتبار سے کہ قرآن میں سارے اسرار، وعدے، وعیدیں، قصے، مثالیں اور علم اوّلین و آخرین سب موجود ہیں تو کیا اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی تلاوت نہیں کی جائے۔ اگر تلاوت قرآن کا مقصد صرف حصول ثواب ہی ہوتا تو تین بار سورہ اخلاص کا پڑھ لینا کافی ہوتا اور کچھ نہیں پڑھتے چونکہ قرآن میں ہزاروں اسرار و معانی وعدے اور وعیدیں، اعتبار اور علم اوّلین و آخرین موجود ہیں صرف قرآن کی تلاوت ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ یہ جواب ان تارکین نماز کے قول کے رد میں ہے جو نماز کو واسطہ اور ذریعہ سمجھتے ہیں واللہ الھادی الی الرشاد

اس کے بعد سوال ہوا کہ جب مطلوب کمالات ہے اور اسی کے حصول کے لیے نماز کو اختیار کیا گیا ہے تو یہ مقصد فرض سے حاصل ہو جاتا۔ نوافل کی کیا ضرورت تھی؟

اس سوال کے جواب میں حضرت مخدوم نے فرمایا نماز کے اعتبار سے نفل اور فرض

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک ہی ہے جو کمالات فرض نماز سے حاصل ہوتے ہیں وہی نوافل سے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کمالات کے حاصل کرنے میں حریص ہیں۔

# مجلس ۱۸

مغرب کی نماز کے بعد دستر خوان خاص پر شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجلس شریف میں حیوانوں کے اشتراک کی گفت گو ہونے لگی۔ حضرت **مخدوم** نے فرمایا علم ریاضی میں آیا ہے کہ تمام حیوان اور انسان کے درمیان بولنے میں اشتراک ہے اس لیے کہ ہر جانور کی ایک آواز ہوتی ہے اور وہی آواز اس کی بولی ہے اور اپنے ہم جنسوں میں ایک دوسرے کی آواز کو سمجھتے ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ اس کو ہم لوگ نہیں سمجھتے۔

اس وقت **شیخ معز الدین** نے عرض کیا جیسے مرغ کی آواز۔ اگر کوئی مرغ بانگ دیتا ہے تو سارے مرغ اس آواز کو سمجھ لیتے ہیں اور آکر جمع ہو جاتے ہیں۔

حضرت **مخدوم** نے فرمایا ہاں! مرغ کی آواز بھی اسکی ایک مثال ہوئی۔ اسکے بعد فرمایا بولی میں سارے جانور انسان کے شریک ہیں مگر لکھنے میں شریک نہیں اس لئے کہ یہ انسان ہی کیلئے مخصوص ہے۔

**شیخ معز الدین** نے عرض کیا گفتگو کی جو حد ہے یعنی اسکی جو تعریف کیگئی ہے اس کا اطلاق جانوروں پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے اور نطق انسان ہی کا خاصہ ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہاں! گفتگو کی جو حد ہے وہ جانوروں پر صادق نہیں آتی، عقل میں نقل سماعت پیدا ہوتی ہے اور جب میں نے تفسیر کا مطالعہ کیا تو اس آیت **ولما بلغ اشدہٗ اتینا حکما و علماً** میں "**اشد**" کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے **اشد الغلام هو البلوغ قیل اشد الرجل هو اربعون سنة**۔ جو شخص بالغ ہوا وہ فطرتی عقل اور تجرباتی عقل تک پہنچا اور ان دونوں عقل کے بغیر ان لوگوں کو ادراک حاصل نہیں ہو سکتا۔ مشاہدہ میں اس کی مثال موجود ہے مثلاً کسی چیز کو دیکھ کر اس کا ادراک

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل کرنے کے لیئے آفتاب درخشاں اور چشم بینا کا ہونا ضروری ہے جب تک یہ دونوں چیزیں نہ ہوں گی بینائی کسی چیز کے ادراک کو پورے طور پر حاصل نہیں کر سکتی اگر آفتاب درخشاں ہے اور چشم بینا نہیں ہے تو ادراک حاصل نہیں ہو سکتا جس طرح دیدار کے لیئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کمال ادراک کے لیئے آدمی میں فطرتی عقل اور تجرباتی عقل کا ہونا لازمی ہے۔

# مجلس ۱۹

زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ معزالدین نے سوال کیا کہا جاتا ہے کہ جمعہ کی رات میں بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا غلط۔؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا احادیث اور اخبار سے یہ ثابت ہے اگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا ہو۔ اس میں تعجب کیا بات ہے؟ اس لیے کہ جمعہ ایک بابرکت دن ہے۔

پھر سوال ہوا کہ جب بہشت کے دروازے کھلے رہتے ہیں تو اس سے کیا اثر ظاہر ہوتا ہے؟

جواب ملا کہ جب بہشت کے دروازے کھلے رہتے ہیں تو خدا کی رحمت بندوں پر نازل ہوتی ہے اس لیے اللہ کے بندے عبادت اور نیک کاموں میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔
تفسیروں میں آیا ہے کہ فرشتے آسمان پر جمعہ کے دن کو "یوم المزید" کہتے ہیں بعد ارشاد ہوا کہ اس لفظ "مزید" نے مجھ کو شبہ اور فکر میں ڈال دیا تھا۔ اس وقت عقیدہ کی کتابوں میں دیکھا کہ اس کو عصمت الانبیا کہتے ہیں۔ اس میں بھی یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر لحظہ ترقی اور زیادتی حاصل تھی اس کے باوجود ان سے زلت وجود میں آئی ایسی صورت میں ترقی اور زیادتی کیسے ہو سکتی ہے اور دوسرا سوال یہ تھا کہ ہمارے پیغمبر یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات زیادتی اور ترقی اس حد کمال تک حاصل تھی جو دوسری

toobaa-elibrary.blogspot.com

راتوں میں نہیں ہوئی ایسی حالت میں کسی دوسری رات کی وہ ترقی اور زیادتی کیسے ہو سکتی ہے۔
ان دونوں سوالوں کا جواب بھی دیا گیا ہے سب سے پہلے معراج کا جواب یہ دیا گیا کہ معراج کی رات جو کمالات آپ کو حاصل ہوئے وہ دوسری راتوں میں بھی آپ کو حاصل تھے اور وہ ختم یا زائل نہیں ہوئے جو بندگی اور عبادت آپ نے دوسری راتوں میں کیں وہ اس پر مزید (اضافہ) اور بلند تر ہوئیں جو معراج کی رات میں تھیں تو یہ ترقی اور مزید افزونی ہوئی، اور زلت کے بارے میں یہ جواب دیا گیا کہ گرچہ زلت میں مزید اور ترقی نہیں ہے لیکن اس کے بعد جو توبہ کی، حسرت و ندامت اور گریہ وزاری کی کیفیت پیدا ہوتی یہی ترقی اور زیادتی ہوئی۔
اس کے بعد زلت کی تعریف دریافت کی گئی۔ ارشاد ہوا زلت لغزش اور اس صغیرہ کو کہتے ہیں جو قصد اور ارادہ کے بغیر ہو۔ اسی کو انبیاء کے حق میں زلت کہتے ہیں معصیت نہیں کہتے۔ زلت کی یہ تعریف بھی ہے کہ اس کے ارتکاب سے پہلے کوئی ارادہ نہ ہو اور ارتکاب کے بعد اس پر اصرار اور قیام نہ ہو۔ مثلاً بارش ہوئی راستہ میں کیچڑ ہو گئی کوئی جا رہا ہے اس کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا، لڑکھڑانے اور گرنے سے پہلے لغزش اور گرنے کا ارادہ نہیں تھا جیسے ہی گرا فوراً اٹھ کھڑا ہوا گویا گرا ہی نہیں تھا۔ زلت بھی بعینہ ایسی ہی ہے جو تمام انبیاء کو پیش آئی ہے یعنی یہ صغیرہ قصداً نہیں ہوتا۔
اس کے بعد فرمایا کہ سورہ یوسف کے متعلق جگہ جگہ اس طرح کے جو شبہات آئے ہیں۔ عقیدہ کی اس کتاب میں وہ سب لکھ دیا گیا ہے اور ان کے جوابات بھی بہت اچھے طریقے پر دیئے گئے ہیں۔

پہلا شبہ اس آیت کے بارے میں ہے **اذهبوا بقميصى هذا فالقوه على وجه ابى يات بصيرا** ۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے **فالقوه** کہا یعنی میرا کرتا میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو یہ نہیں کہا کہ میرے والد تک پہنچا دو اس میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب بہت اچھا اور بہتر دیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ جب کرتا حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملے گا تو حد سے زیادہ خوش ہوں گے، فرط خوشی میں کھو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جائیں گے اور آنکھ سے مَس نہیں کریں گے اسی لیے حضرت یوسف نے فرمایا کہ اس کو میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو۔ اس لیے کہ جب یہ کُرتا حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ سے مَس ہوگا تو بینائی لوٹ آئے گی ۔ بیت ۔

روز وصلم قرار دیدن نیست ✧ شب ہجرانم آرمیدن نیست

دراں ساعت کہ او دریادم آید!! ✧ فراموشم شود موجود و معدوم

یہاں پر یہ سوال پیدا کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ کُرتا بھیجنے سے بینائی لوٹ آئے گی اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ بینائی کُرتا ہی کی وجہ سے زائل ہوئی ہے ۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے خون آلود کُرتا حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہونچایا تو اسی کُرتا کے دیکھنے سے بینائی جاتی رہی، اسی لیے کُرتا بھیجا تاکہ بصارت لوٹ آئے ۔

پھر یہ سوال کیا گیا ہے کہ کُرتا بھیجنے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کیا حکمت تھی، کوئی دوسری چیز کیوں نہیں بھیجی۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مصیبت اور پریشانی کُرتا ہی سے پہنچی اس لیے کُرتا بھیجا تاکہ راحت و آرام پہنچ جائے۔ فرد

اے پیک نامہ بر کہ خبر می بری بدوست

بالیت اگر بجائے تو من بودمے رسول

پھر اس آیت انی لاجد ریح یوسف یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جسم مبارک سے کُرتا اتارا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی مہک ملی۔ اس سے متعلق یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کنعان سے مصر کی دُوری اسّی فرسنگ[ل] تھی۔ یہ بات قابل اعتماد و یقین نہیں کہ کسی کے جسم کی مہک اسی فرسنگ تک پہنچے۔ یہ عقل سے بعید ہے یعنی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس طرح حضرت

---

ل تین میل کا ایک فرسنگ ہوتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یوسف علیہ السلام اپنے حسن و جمال میں مخصوص تھے اور ان کے جیسا حسین مغرب سے مشرق تک کوئی نہیں تھا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اپنے جسم کی مہک میں بھی مخصوص ہوں جو نزدیک اور دور ہر جگہ پہنچ جائے اسی خصوصیت کیوجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچ گئی

بوئیت از یاسمن و سنبل ترمی طلبم ∴ ہمہ شب در ہوست گرد چمن می گردم

قاضی اشرف الدین نے عرض کیا اگر ایسی بات تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوشبو ملی دوسروں نے کیوں محسوس نہ کی۔ دوسروں تک بھی پہونچنی چاہئے تھی۔

حضرت مخدوم نے فرمایا یہ سوال بھی (اس کتاب میں) کیا گیا ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دوسرے لوگ ان سے غافل تھے اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو اور لوگوں نے محسوس نہیں کی لیکن یعقوب علیہ السلام طالب تھے ان ہی کے عشق میں مشغول تھے، غافل نہیں تھے اسی لئے انہوں نے انکی خوشبو محسوس کر لی۔ دوسرے لوگوں تک بھی پہونچی مگر اپنی غفلت کیوجہ سے محسوس نہیں کر سکے۔

صحرا و باغ زندہ دلاں کوئے دلبر است ∴ ابنائے روزگار بہ صحرا روند و باغ

اتنی دوری سے خوشبو پہنچ جانے پر جو اعتراض ہے اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ خوشبو ہو یا بدبو ہوا اسکو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دیتی ہے اس کیلئے نزدیک اور دور کی کوئی قید نہیں ہو سکتا ہے کہ ہوا کے ذریعہ پہونچ گئی ہو۔

میان من و تو میاں در نہ گنجد! ∴ میان من و تو چہ جائے میان است

(اس کتاب میں) یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور بھائیوں نے پہچان لیا کہ یہ یوسف ہیں تو اپنے بھائیوں کی واپسی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ واتونی باھلکم اجمعین یعنی والد اور اپنے گھر والوں کو میرے پاس لے آئیں۔ اس واقعہ سے متعلق یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ حضرت یوسف بیٹا تھے اور حضرت یعقوب باپ تھے۔ بیٹے کو باپ کے پاس جانا چاہئے تھا نہ کہ باپ بیٹے کے پاس آئے۔

اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت یوسف محبوب تھے اور حضرت یعقوب محب۔ محب طالب ہوتا ہے اور محبوب مطلوب ایسی صورت میں طالب مطلوب کے پاس جائیگا نہ کہ مطلوب طالب کے پاس۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس جواب کو سن کر قاضی اشرف الدین نے عرض کیا سوال شرعی مسئلہ سے متعلق ہے اور جواب معمہ ذوق و شوق یعنی عشق و محبت کی باتیں کی گئی ہیں جواب شرع کے مطابق دینا چاہیے تھا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا شریعت کے مطابق بھی اس کا جواب دیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ تھے حکومت کا انتظام ان کے ذمہ تھا اگر وہ خود جاتے تو ہو سکتا تھا کہ ملکی نظم و نسق میں خلل واقع ہو جاتا۔ اور یہ بھی ہوتا کہ آپ خدم و حشم اور شاہی اداب کے ساتھ جاتے ممکن تھا کہ حضرت یعقوب سے اتنی بڑی جماعت کی خاطر مدارات اور فوج و شاہی عملوں کی ضیافت نہ ہوتی یہ ان کے نقصان کا سبب ہوتا اور اس سے ان کی توہین ہوتی۔ یہ دونوں جواب شرع کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کے متعلق بھی یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آپ پیغمبر تھے اور یوسف علیہ السلام بھی اللہ کے پیغمبر تھے پھر پیغمبر کو آدمی اور مخلوق سے اس طرح کی محبت کیوں ہوئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ غیر کی محبت اللہ کی محبت میں شرک ہے یہ تو جائز نہیں اور وہ بھی پیغمبروں کے لیے

جز جمال تو وبال است نظرہا بر چشم

جز کلام تو حرام است سخن ہا در گوش

اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انبیا نے جس چیز کو دیکھا تفکر اور اعتبار کی نظر سے دیکھا کسی چیز پر ان کی نظر بغیر تفکر اور اعتبار کے نہیں گئی۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے لڑکوں میں غور و فکر کی سب میں کچھ نہ کچھ سر اور لطیفہ ضرور پایا اور یوسف علیہ السلام میں رحمت و نعمت کی ایسی صفت پائی اور ایسا لطف و جمال دیکھا جو دوسرے صاحبزادوں میں نہ تھا یعقوب علیہ السلام کو ان سے جو محبت تھی وہ دراصل انہیں اوصاف سے تھی نہ یہ کہ یوسف علیہ السلام سے تھی۔ بیت

رفیقاں چشم ظاہر بیں بدوزند

کہ مارا درمیاں سری است مکنوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب یوسف علیہ السلام کو دیکھتے وہ لطائف آپ کی نظروں کے سامنے آجاتے اسی لئے
یا اسفی علی یوسف کی تاویل یا اسفی علی مافی یوسف کی گئی ہے۔

چشم کوتہ نظراں بر ورق رشئے نگارین
خط ہمیں بیند و عارف قلم صنع خدارا

# مجلس ۲۰

حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجلس شریف میں قبر کے آرام و تکلیف کا تذکرہ آگیا۔ مولانا کریم الدین نے عرض کیا قبر کا عذاب کس دلیل سے ثابت ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا وہ چیزیں جو اعتقاد سے تعلق رکھتی ہیں، قیاس اور خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتیں اور کسی چیز پر اعتقاد کے لیئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے جس میں کوئی شبہ اور شک نہ ہو قیاس اور خبر واحد ظنی ہے جب خبر واحد تواتر تک پہنچ گئی تو اس سے اعتقادی مسائل ثابت ہو جاتے ہیں اور اس کے متعلق خبر واحد بہت زیادہ آئی ہیں جو تواتر کی حد کو پہنچ گئی ہیں۔ اور عذاب قبر کے بارے میں نص قرانی بھی موجود ہے اگر اس کا تعلق خبر (حدیث) سے نہ ہوتا تو نص سے ثابت کرتے وہی کافی ہوتا۔

خاکسار نے سوال کیا وہ کون سی آیت ہے؟ فرمایا یہ آیت فرعون اور اسکی قوم کے بارے میں ہے واغرقوا فادخلوا نارا جھنم۔ اس آیت میں فا تعقیب کے لیے ہے ادخال نار جھنم یعنی دوزخ کی آگ میں دخول غرق ہونے کے بعد ہی ہوگا اور دوزخ کی آگ میں دخول قبر ہی میں ہوگا دوزخ میں نہیں اس لیے کہ دوزخ میں دخول قیامت کے بعد ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد خاکسار نے دریافت کیا کہ دوسرے کافروں کے لیے عذاب قبر ہونے کی کیا دلیل ہے؟ جواب ملا کہ دوسرے کافروں کے حق میں ان کے کفر کی وجہ سے نص قرآنی کی دلیل موجود ہے۔

پھر خاکسار نے سوال کیا گنہگار مومن کے لیے عذاب قبر ہو اس کی دلیل کہاں سے ثابت ہے اس لیے کہ کفر مومنِ گنہگار کے حق میں نہیں ہے۔

فرمایا ان لوگوں کے لیے احکام خداوندی کی خلاف ورزی کے سبب ہوگا۔ اور لفظ کا اعتبار عام کے لیے ہے نہ کہ خاص معنی کے لیے۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ عذاب قبر کفار کے لیے واجب ہے اور گنہگاروں کے لیے جائز۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ ایمان کی گفتگو ہونے لگی، مولانا کریم الدین نے سوال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی دعوت کے لیے تنہا جانے کا حکم ملا تھا یا کسی کو ساتھ لے جانے کا حکم بھی دیا گیا تھا؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جایئے اور (ایمان لانے کی) دعوت دیجیے موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور فرعون بے عون کے منہ میں خاک اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہے میں نے اس شہر میں قبطی کو قتل کر دیا ہے اور اس (فرعون) کو مجھ سے عداوت ہے اس کے باوجود حکم ہو رہا ہے کہ جا کر اس کو ایمان کی دعوت دیجیے ان تمام باتوں کو سوچ کر آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا بارگاہ خداوندی میں درخواست کی میرے بھائی ہارون کو اس کام میں میرا شریک بنا دیجیے جیسا کہ قرآن میں ہے وشرکہ فی امری ہارون کو حضرت موسیٰ کے ساتھ کر دیا گیا۔ دونوں روانہ ہوئے، فرمان آیا لا تخافا اننی معکما اسمع واری خوفزدہ نہ ہو میں تمہارے ساتھ ہوں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

حضرت مخدوم نے فرمایا یہاں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون سے خوفزدہ ہوئے یہ خوف غیر خدا سے ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف فرعون سے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قضا اور اس کا حکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس راندۂ درگاہ کے ہاتھوں ہو۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ خوف اللہ تعالیٰ سے تھا نہ کہ فرعون سے اور جہاں بھی غیر حق سے خوفزدہ ہونے کی بات کی گئی ہے وہاں یہی جواب دیا گیا ہے۔

شیخ معزالدین نے عرض کیا خوف کی حالت میں ڈرنے والے کو راضی کہیں گے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا ہاں یہی کہیں گے اس لیئے کہ خوف اللہ سے ہے اور وہ رضا کے خلاف نہیں ہے۔ چونکہ بندہ ایک ہی وقت میں ہر ایک پر مامور ہے۔ اس لیے ایک کا وجود دوسرے کے منافی نہیں ہوگا۔ فرعون (اس کے منہ میں خاک) ایسا شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا، مصر اور اس کی مملکت پر اس کی حکومت تھی، اور دل میں موسیٰ علیہ السلام سے عداوت تھی، اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فرعون کے پاس جائیے جس نے نافرمانی کی ہے اور تلقین کی گئی کہ ایمان کی دعوت دینے کے وقت نرمی سے گفتگو کیجیے گفتگو میں سختی سے احتراز کیجیے فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا۔ یہ اس بات کی تعلیم تھی کہ کسی بادشاہ سے سختی کے ساتھ گفتگو نہ کریں بلکہ نرمی سے بات کی جائے۔

مولانا کریم الدین نے سوال کیا جب آپ نے فرعون کو دعوت دی تو اس نے ان کی دعوت کو قبول کیا یا نہیں۔ اور کیا ان کے ساتھ زور وزبردستی سے پیش آیا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا نہیں ایسی نوبت نہیں ہوئی بلکہ موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور رسالت کا پیغام پہنچایا اس نے کہا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا ثبوت اور دلیل پیش کیجیے۔ حضرت نے دلیل پیش کی اور اس ذلیل کی طرف متوجہ کیا جب اس نے دلیل دیکھی بات بنانے لگا، بڑائی جتانے لگا اور کہا آپ کے جیسا کوئی جادوگر نہیں آپ نے جو کچھ پیش کیا ہے بیوقوف اور بُرے لوگ اسی طرح کی چیزیں پیش کرتے ہیں۔

مولانا کریم الدین نے سوال کیا عصا کے معجزہ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا معجزہ ہوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا نہیں ؟

ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ مینڈکوں کی بارش ہونے لگی اور یہ بارش کئی روز تک ہوتی رہی۔ سب لوگ جمع ہوئے اور کفار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی کہ اے موسیٰ ! اپنے خدا سے دعا کیجئے تاکہ یہ بلا اور مصیبت ہم سے دور ہو جائے اگر یہ مصیبت دور ہو گئی تو ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت کی دعا سے یہ مصیبت دور ہو گئی اور کفار اپنے وعدے سے پھر گئے۔ ایک بار دریا میں پانی کی جگہ خون بہنے لگا سب لوگ جمع ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اس عذاب کے اٹھ جانے کے لیے اپنے خدا سے دعا کیجیے تاکہ ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں۔ حضرت کی دعا سے یہ عذاب بھی اٹھ گیا اور وہ لوگ اپنے وعدے سے مکر گئے اور کہا آپ جادوگر ہیں اور یہ بات اس لیئے کہی گئی کہ اس نے اپنے ملک کے جادوگروں کو جمع کر رکھا تھا۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا وما تلك بيمينك يا موسىٰ کی آیت سے متعلق بھی سوالات اٹھائے گئے ہیں واقعہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس طویٰ میں پہنچے تو ان پر ایک ہیبت طاری ہو گئی اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے یوں مخاطب ہوا ما تلك بيمينك يا موسىٰ اے موسیٰ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے ؟ یہاں پر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے اور وہ یہ اچھی طرح جان رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کیا ہے پھر اس طرح کے سوال کا کیا فائدہ ؟ اس شبہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ ان کے دل سے ہیبت دور کی جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کرنا چاہا تو پہلے ان سے ہیبت کو دور کیا تاکہ اپنی ہمکلامی سے مشرف فرمائے اس لیے پوچھا اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے ؟ پھر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ داہنے ہاتھ کی قید کیوں لگائی گئی اس کا کیا فائدہ ہے ؟ کیوں نہیں پوچھا گیا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی ، اگر ان سے پوچھا جاتا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ما تلك بيدك (تمہارے ہاتھ میں کیا ہے) تو موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے میں شبہ پیدا ہو جاتا کہ یہ سوال انگوٹھی کے بارے میں ہے یا عصا کے متعلق۔ اسی لئے ما تلك بيمينك تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے پوچھا گیا۔ اور اس شبہ کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ داہنے کو بائیں پر فضیلت ہے اسی لئے یہ تخصیص کی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سوال کا یوں جواب دیا هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی۔

(یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے بکریوں کے لئے اور اس سے میں اور بھی کام لیتا ہوں) —— اس آیت سے متعلق بھی سوالات اٹھائے گئے ہیں اور جواب دیا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا عصا ہے اس کا کیا فائدہ اگر صرف یہ کہتے کہ عصا ہے تو جواب ہو جاتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب موسیٰ ع نے عصا کی اضافت اپنی طرف کی تو اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی اضافت اپنی طرف کرنی جائز ہے جیسے لوگ کہتے ہیں هذا فرشی (یہ میرا فرش ہے) هذا مالی (یہ میرا مال ہے)

پھر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا هی عصای (یہ میرا عصا ہے) کہہ دینا کافی ہو جاتا جواب میں مزید اتوکوا علیها و اهش بها علی غنمی (اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر) کا اضافہ کرنے سے کیا فائدہ؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام گفتگو سے مشرف ہوئے تو انبساط و مسرت کی کیفیت پیدا ہوئی اور اسی پر مسرت کیفیت میں تفصیلی جواب دیا۔ ولی فیها مارب اخری (اور اس میں میرے لئے اور کام ہیں) کے جملہ سے متعلق یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اس کو مبہم کیوں رکھا اس کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہیئے تھا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس امید میں ولی فیها مارب اخری کہا تا کہ ان سے دوبارہ کچھ پوچھا جائے اور وہ پھر کلام سے مشرف کیے جائیں ہ

باتو در آمیختن آرزوست
وز ہمہ کس وحشت و بیگانگی ست

اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب تک مقام انبساط میں تھے تفصیل سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب دیتے رہے اور جب مقام انبساط سے مقام ہیبت میں پہنچے تو ولی فیھا مآرب اخری کہا ۔

چو نام تو گویم زباں در نہ گنجد
چو جام تو نوشم دہاں در نہ گنجد

شیخ معز الدین نے عرض کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سوال ہر ایک میں پوشیدہ ہو؟

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ امام زاھد نے اپنی تفسیر میں ایک تاویل یہ بھی کی ہے کہ ہر ایک میں سوال پوشیدہ ہے اس کے بعد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا القھا یا موسیٰ فالقھا فاذا ھی حیۃ تسعیٰ یعنی عصا کو ڈال دیجیے جب انھوں نے عصا کو ڈالا وہ ایسا بھیانک سانپ بن گیا جو ساری دنیا کو نگل جائے۔ موسیٰ علیہ السلام اس سے خوف زدہ ہو گئے ولی مدبرا الٹے پاؤں بھاگے حکم ہوا: خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ ۵ (پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی حالت پر) اس سے متعلق بھی یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا سانپ سے ڈرنا کیسے درست ہو سکتا ہے اس لیے یہ غیر اللہ سے ڈرنا ہوا اور غیر سے خوف جب اولیاء کے لیے جائز نہیں تو انبیاء کے لیے کیسے درست ہو سکتا ہے اس شبہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ انبیا غیر اللہ کے خوف اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے پاک ہیں لیکن جو چیزیں انسان کی طبیعت میں پیدا کی گئی ہیں ان سے معصوم نہیں ہیں۔ اس لیے یہ طبعی یعنی فطری خوف ہے اور یہ بشری خصلت کے لیے لازمی ہے، عیب نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی چند طرح پر خبر دی ہے کہیں فاذا ھی حیۃ تسعیٰ کہا ہے کہیں فاذا ھی ثعبان کہا ہے اور کہیں فاذا ھی جان کہہ کر خبر دی ہے۔ ایک ہی چیز کے لئے ایک مقام میں مختلف خبریں دی گئی ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے اس سے تعارض یعنی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اس کا یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب دیا گیا ہے کہ تینوں مرتبہ الگ الگ صورت بدلتی رہی۔ ایک مرتبہ سانپ بن گیا۔ دوسری مرتبہ ثعبان (اژدہا) ہوگیا اور تیسری مرتبہ جان (سفید سانپ) کی شکل میں دکھائی دیا۔ بیت

زاں چشم پر خمار عجب نیست فتنہ ہا
ہر جا کہ ترک مست شود فتنہ ہا شود

پھر فرمایا کہ طوی کی وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے عصا کو سانپ بنا کر موسیٰ علیہ السلام کو دکھایا اس میں کیا حکمت تھی۔ اس سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے دکھایا تاکہ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے جادوگروں کی جماعت میں عصا کو سانپ کی شکل میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو جس چیز کو کبھی نہیں دیکھا اس کو دیکھ کر ڈر جائیں گے اسی لیے پہلے ہی عصا کو سانپ بنا کر دکھا دیا گیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام دیکھ لیں اور خوف وہراس ان سے جاتا رہے اور دوبارہ سانپ بنتے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔

اس کے بعد فرمایا فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا اس کی حکومت میں جتنے جادوگر تھے سب کو بلایا وہ سب اتنے سارے سانپ لائے تھے کہ ستر اونٹ کا بوجھ ہوتے۔ فرعون کے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا پہلے آپ ڈالیں گے یا ہم ڈالیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم لوگ ڈالو جو ڈالنا چاہتے ہو۔ آخر ان جادوگروں نے وہ سب سانپ ڈال دیئے جو تقریباً ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ اس وقت بھی موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خوف پیدا ہوا یہاں پر بھی غیر اللہ سے ڈرنے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کا جواب وہی ہے کہ یہ طبعی خوف تھا اور یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصا ڈال دیجیے جیسے ہی آپ نے ہاتھ سے عصا ڈالا ویسے ہی وہ ایک ہیبتناک اور عظیم سانپ بن گیا جو ایک ہی لقمہ میں فرعون کے جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا جب فرعون کے جادوگروں نے یہ دیکھا تو سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے اس بات کا یقین ان لوگوں کو اس لیے ہوا کہ وہ جانتے تھے کہ جادو اور سحر خیالی چیز ہے حقیقتاً نہیں (یعنی یہ صرف نظر بندی ہے) اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا جیسا تھا ویسا ہی ہے اس لیے یہ سحر اور جادو نہیں ہو سکتا جب اپنا باطل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا حق ہونا ان لوگوں پر ظاہر ہوگیا تو وہ سب کہنے لگے امنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

برب موسیٰ و ھارون (ہم نے موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لایا)

تا حلقہ ہای جعد پریشاں گستہ

بازار کفر و رونق ایماں شکستہ

فرعون نے ان لوگوں کو ڈانٹا امنتم لہ قبل ان اذن لکم۔ (کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمھیں اجازت دوں) ان لوگوں نے جواب دیا فاقض ما انت قاض یعنی حکم کرو جو تم کر سکتے ہو۔ تم جو کچھ کر سکتے ہو وہ اسی دنیوی زندگی میں۔ اور دنیا میں بھی تم کو کوئی زیادہ قدرت حاصل نہیں ہے لاضیر انا الی ربنا منقلبون یعنی زیادتی گناہ نہیں ہے اور یہ سچ ہے کہ ہم لوگ اپنے پروردگار کے پاس لوٹنے والے ہیں۔

حضرت مخدوم نے فرمایا یہ روایت آئی ہے کہ اگر کسی کو سانپ کاٹ لے تو اس آیت کو پڑھکر پانی پر تین مرتبہ دم کر کے اس شخص کو پلایا جائے اگر ایک قطرہ پانی بھی اس کے حلق میں چلا گیا تو وہ اچھا ہو جائے گا وہ آیت کریمہ یہی ہے قال القھا یا موسیٰ فالقھا فاذا ھی حیۃ تسعی قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ آیت رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (اے رب تو جو چیز اتارے میری طرف میں اس کا محتاج ہوں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو اسی دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے روٹی کی درخواست کی۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ جب بھوکے ہوتے تو کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اللہ تعالیٰ کھانا اور پانی ان کو بھیجدیتا جب مدین پہنچے اور بھوک لگی تو یوں درخواست کی میرے پروردگار! جو کچھ تو مجھے بھیجتا تھا میں اس کا محتاج ہوں یعنی کھانا پانی کی ضرورت ہے۔ دعا قبول ہو گئی۔ اور یہ دعا کی قبولیت ہی کا اثر تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے مہمان بنا دیئے گئے۔ اسی دلیل سے بزرگوں نے کہا کہ اپنی حاجت اپنے پروردگار سے کہنا جائز ہے اس کو شکایت نہیں کہیں گے اگر یہ جائز نہیں ہوتا تو شکایت ہوتی۔ اور موسیٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

علیہ السلام رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر نہیں کہتے۔ جب درخواست کی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے اپنے پروردگار سے اپنی حاجت کا اظہار شکایت نہیں ہے۔

اسی دلیل سے یہ استفادہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی باطن میں کفایت کرتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ظاہری طور پر بھی اس کا اظہار کرے تاکہ اس کا ظاہر باطن کے موافق ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ موسیٰ علیہ السلام باطن میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو میری بھوک کی خبر ہے اس کے باوجود اپنے قول سے بھی اس کا اظہار کیا اور صرف باطن کے یقین ہی کو کافی نہیں سمجھا صرف باطن ہی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ باطن کی رعایت کے ساتھ ظاہر کا استعمال بھی کرے۔

**شیخ معز الدین** نے عرض کیا یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بہت سارے درویشوں نے سوال نہیں کیا ہے (یعنی کچھ نہیں مانگا) اس کی کیا دلیل ہے۔

حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ یہ سوال اس کتاب میں بھی اٹھایا گیا ہے اور یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس گروہ کے افراد جنھوں نے سوال نہیں کیا اس کو اس بات پر محمول کریں گے کہ ان لوگوں کو جب اس کے بارے میں باطن کا انکشاف ہوا اور کشف باطن سے دیکھا تاب نہیں لا سکے کہ ظاہر کریں۔ ان لوگوں میں یہ کمزوری ہے کہ اگر ظاہر میں اظہار کرتے ہیں تو باطن میں نقصان ہوگا۔ باطن کی رعایت کو محفوظ نہیں رکھ سکتے جس کو باطن کی رعایت میں کسی قسم کا نقصان اور فتور کا خطرہ نہیں جو اس کی حفاظت کر سکتے ہوں اس کے لیے اظہار حاجت درست ہے ایسے لوگ اصحاب تمکین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے لئے جائز ہے کہ باطن کی رعایت کے ساتھ ظاہر کا استعمال کریں۔

جب موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے ایک درخت کے سایہ کی طرف ان کی طبیعت مائل ہوئی یہاں پر یہ سوال ان لوگوں کے قول پر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس چیز سے نفس کو راحت ملے وہ حرام ہے۔ اگر نفس کو راحت پہنچانا حرام ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام جو پیغمبر خدا تھے درخت کے سایہ میں گئے اور نفس کو راحت پہنچائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس کو دنیا کی اچھی اور پاک

toobaa-elibrary.blogspot.com

چیزوں سے راحت پہنچانا حرام نہیں ہے۔

یہاں پر یہ شبہ وارد کیا ہے کہ زاہداں (یعنی تارکین دنیا) اپنے نفس کو کیوں نہیں آرام پہنچاتے۔ میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ یہ حضرت اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہے لیکن راحت نہیں پہنچاتے اس کا سبب یہ ہے کہ کہیں مجاہدہ اور ریاضت میں خلل نہ پڑ جائے اسی وجہ سے راحت نہیں پہنچاتے۔ حرام سمجھ کر اس سے احتراز نہیں کرتے ہیں۔

# مجلس - ۲۱

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا کریم الدین نے دریافت کیا جبرئیل علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن لاتے تو کتنی آیتیں لاتے؟

حضرت مخدوم نے فرمایا منقول ہے کہ پانچ آیتیں لاتے پھر سوال ہوا کیا عرش مجید سے یہی حکم ہوا کہ پانچ آیت لے جائے یا کوئی دوسری بات تھی۔ فرمایا کہ نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اپنے مقام سے سنتے اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر پہنچاتے۔

شیخ معز الدین نے عرض کی قیامت کے دن جب زمین نہ رہے گی اور عرصات کی زمین بھی نہیں ہوگی دوزخ کو اوپر لے جائیں گے اس میں کیا حکمت ہے؟

فرمایا اس میں یہ حکمت ہے کہ مومنوں کو کافروں سے عداوت ہے مومن بہشت میں نعمتوں کے ساتھ رہیں گے اور کفار دوزخ میں تمام تکلیفوں کے ساتھ جلتے رہیں گے اسی لیے دوزخ کو اوپر رکھیں گے تاکہ کفار جب مومنوں کو بہشت میں آرام اور نعمتوں کے ساتھ دیکھیں گے تو ان پر جو عذاب ہوگا اس کی سختی زیادہ محسوس کریں گے اور اہل ایمان جب کافروں کو عذاب میں مبتلا پائیں گے تو خوش ہوں گے۔ اسی لیئے دوزخیوں کو اوپر لے جائیں گے تاکہ کفار مومنوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو بہشت میں آرام و عافیت کے ساتھ دیکھیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ اگر دو آدمیوں میں عداوت ہو اور دونوں پانی میں ڈوب رہے ہوں تو جو پہلے ڈوب رہا ہے اس کو دیکھ کر دوسرا خوش ہوتا ہے حالانکہ وہ بھی اسی حال میں مبتلا ہے اور خود بھی ڈوب رہا ہے۔ دشمن کے ہلاک ہونے کی اس حد تک خوشی ہوتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ بعض کے قول کے مطابق یہ بھی روایت ہے کہ قیامت کے دن جس طرح مومنوں کو دیدار نصیب ہوگا اسی طرح کافروں کو بھی دیدار ہوگا لیکن صرف ایک بار۔ اس کے بعد دوزخ کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے۔ ایسا اس لیئے ہوگا تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے ہاتھ سے کیسی نعمت جاتی رہی۔

مومنوں کو از راہ کرم یعنی عزت و تکریم کے سبب یہ نعمت بخشی جائے گی اور کافروں کو عذاب کے مزید سخت ہونے کے لیئے۔

# مجلس ۲۲

زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ افطار کے بعد مولانا کریم الدین نے پوچھا قضا القاضی ینفذ ظاهرا و باطنا میں باطناً سے کیا مراد ہے؟

حضرت مخدوم نے فرمایا ظاهراً سے لوگوں کے درمیان اور باطنا سے اللہ کے نزدیک مراد ہے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ اگر قاضی نے دو گواہوں کی گواہی پر (حقیقی) فیصلہ دیا تو اس کا یہ حکم جائز ہوگا ظاہر شریعت میں بھی اور اللہ کے نزدیک بھی۔ اور کل قیامت کے دن اس کی پکڑ نہیں ہوگی۔ مثلاً اگر کسی مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا حالانکہ ان دونوں کے درمیان زوجیت کا رشتہ نہیں تھا اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس مرد نے دو گواہوں کو پیش کیا۔ اب قاضی نے ان دونوں گواہوں کے بیان پر زوجیت کا فیصلہ دے دیا (یعنی یہ فیصلہ دے دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ مدعی شوہر ہے اور مدعا علیہ اس کی زوجہ) اب اس فیصلے کے بعد ظاہری شریعت میں زوجیت کے جتنے احکام ہیں سب ثابت ہو جاتے ہیں اور ہر طرح کے تصرفات جائز سمجھے جاتے ہیں۔ باطن میں بھی اگر اس حکم کے مطابق تصرف کرتا ہے تو قاضی پر اللہ کے نزدیک کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ قاضی کو جو حکم ہے اسی کے مطابق اس نے فیصلہ دیا ہے اس فیصلہ کے بعد اگر قاضی کے حکم کے خلاف ظاہر ہو تو قاضی کو حاکم ہونے کی حیثیت سے اس فیصلہ سے رجوع کرنے کا حکم نہیں ہے (یعنی قاضی کو فیصلہ بدلنے کا حکم نہیں ہے) گواہوں کو تاوان (جرمانہ) نہیں ہوگا اور نہ یہ فیصلہ بدلا جائے گا اس طرح کا واقعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ہو چکا ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت پر یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ عورت میرے نکاح میں ہے دونوں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے مرد نے اپنا دعویٰ پیش کیا عورت نے انکار کیا اور کہا میں ہرگز اس مرد کے نکاح میں نہیں ہوں۔ مرد نے کہا میں گواہ رکھتا ہوں، جا کر فوراً دو گواہوں کو لے آیا اور دربار نبوی میں حاضر کیا ان دونوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی زوجیت کا فیصلہ دے دیا۔ اس کے بعد اس عورت نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! اگر یہی حکم ہے تو اس سے میرا نکاح کر کے اس کے حوالہ کیا جائے۔ حضور نے فرمایا زوجاك شاهداك۔ یہ حدیث اسی موقع پر آئی ہے۔

اس کے بعد آیات قرآنی کے نسخ کی بات آ گئی حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حکماً منسوخ ہوا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ سورہ نساء، سورہ بقرہ سے بہت بڑی سورہ ہے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو یاد کر لیا تھا اور اس کی تلاوت کرتے تھے ایک رات تلاوت میں مشغول تھے جب سورہ نساء کی تلاوت کرنے لگے تو کچھ حصہ پڑھنے کے بعد زیادہ حصہ بھول گئے۔ بہت چاہا کہ یاد آ جائے مگر ذرہ برابر یاد نہیں آیا۔ حیران و پریشان اور بے چین ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا کیسی افتاد پڑی کیسی نحوست آئی کہ حافظہ سے نکل گیا۔ رات بھر منتظر رہے کہ صبح ہو تا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس ماجرا کو پیش کریں جب صبح ہوئی حاضر ہوئے اپنی حیرت اور پریشانی کو پیش کیا اور عرض کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ یارسول اللہ رات کا یہ واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قد نسخ البارحۃ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ سبحان اللہ! جب تلاوت منسوخ ہوئی تو اُن کے دل سے بھلا دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ لا نسخ فی المعقولات یعنی نسخ معقولات میں نہیں ہے قصص واخبار میں بھی نسخ اگر جائز ہوتا تو جھوٹ لازم آتا اور اس بات کی خبر دینے والے کو صادق ہونا چاہیئے تاکہ وہ جو خبر دے اس میں صداقت اور سچائی ہو۔

# مجلس ۲۳

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، مجلس شریف میں برادران یوسف صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے گناہ کبیرہ کا تذکرہ ہونے لگا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ان سے گناہ کبیرہ کا صدور نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ انبیاء نبوت سے پہلے گناہِ کبیرہ سے معصوم نہیں ہیں۔ یہ جائز ہے کہ ان سے کبیرہ کا ارتکاب ہو لیکن یہ شاذ و نادر ہی ہے یعنی ایسا بہت کم ہوتا ہے اور یہ توبہ سے قریب ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو جفائیں کیں ان کے ارتکاب سے پہلے ہی یہ ارادہ کر لیا تھا کہ توبہ کر لیں گے یعنی کبیرہ میں مبتلا ہونے سے قبل ہی توبہ کے لیے مستعد ہو گئے تھے جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صَالِحِیْنَ ۝ (اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ یعنی بمعنی تائبین۔ امام زاہد نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خود گناہ کرنا نہیں چاہا لیکن ایسا وقت آپڑا۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر یہ وقت آپڑا۔ ابھی گناہ میں مبتلا بھی نہیں ہوئے تھے کہ توبہ کا قصد انہوں نے کر لیا تھا۔ حضرت مخدوم نے چند بار زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ کیا خوب تفسیر کی ہے کہ خود گناہ کرنا نہیں چاہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

مگر ایسا وقت آ بھی پڑتا ہے جیسا کہ ان لوگوں پر یہ وقت آپڑا۔

اس کے بعد فرمایا کہ انبیاء اظہار نبوت سے پہلے کبائر سے معصوم نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ارتکاب ہو جائے لیکن توبہ سے بالکل قریب ہوتے ہیں۔ ہاں۔ نبوت ملنے کے بعد تمام گناہوں سے معصوم ہیں لیکن شرک سے تو ہمیشہ اور ہر وقت معصوم ہیں یعنی نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی۔ اور ہر وقت انھیں اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں الہام کے ذریعہ عارف ہیں اور ولادت کے بعد استدلال کے ذریعہ عارف ہیں۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ ولادت کے بعد ان لوگوں کے لیے استدلال ہے؟۔ ارشاد ہوا کہ ہاں! ولادت کے ساتھ ہی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب برادران یوسف کنعان سے مصر پہنچے تو انھیں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچایا گیا۔ ابھی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا تھا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنی پیغمبری کی صفت سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا کوئی اور بھائی بھی تھا ان لوگوں نے بتایا کہ ہاں! ایک اور بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا۔ ان کو بھیڑیا کھا گیا اور والد اس کی جدائی میں نابینا ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد پوچھا سنا ہے کہ آپ میں سے کوئی بھائی ایسا ہے کہ اگر شیر پر حملہ کرے تو شیر کو پکڑ لے اور اپنے ہاتھوں سے اس کے جبڑے کو چیر کر دو ٹکڑے کر دے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں! وہ بھائی یہ ہے۔ پھر پوچھا سنا ہے کہ کوئی بھائی ایسا بھی ہے جو شہر کے باہر نعرہ لگائے تو اس کے نعرہ کی ہیبت سے شہر میں جتنی حاملہ عورتیں ہیں ان کا حمل گر جائے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ہاں! وہ بھائی یہ ہیں۔

اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے طیبت یعنی مزاح کے طور پر فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جہاں ایسے ایسے بھائی موجود ہوں وہاں بھیڑیا کیسے لے گیا۔ جب حضرت مخدوم نے یہ جملہ فرمایا تو بہت زیادہ تبسم فرمایا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو ان پر ظاہر فرمایا یعنی اپنا تعارف کرایا تو ان سب نے ہیبت اور شرم سے سر کو جھکا لیا ہیبت زدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو ان کی بادشاہی سے ہوئے کہ کہیں بدلہ نہ لیا جائے اور شرمسار اپنی جفاؤں سے ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود یوسف علیہ السلام نے ان سب کو معاف کر دیا۔ اور پھر اس کا کوئی ذکر ان سے نہیں کیا۔ اور بدلہ نہیں لیا بلکہ یوں کہا لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین آج آپ لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ لوگوں کو معاف فرمائے۔ اسی لیئے بزرگان یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کے ساتھ برائی اور ظلم کیا ہو تو اسے معاف اور درگذر کر دینا چاہیئے۔ اس کو سزا نہ دے اور بدلہ نہ لے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا۔ بھائیوں کے لیئے دعا کی یغفر اللہ لکم (اللہ آپ لوگوں کو معاف کر دے) پھر جب آپ کے والد ماجد اور برادران مصر میں آئے تو یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ باپ بیٹے میں ہجر و فراق کی یہ مدت چوالیس (۴۴) سال رہی۔ جب ملاقات ہوئی تو اپنے بھائیوں کے ظلم و ستم کا، ان کے بھیجنے کا اور کنوئیں میں ڈال دینے کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ یوں کہا وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي اے ابا جان! یہ بیان ہے میرے اس پہلے خواب کا۔ اس کو میرے رب نے سچ کر دیا۔ اور اس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں) یعنی فرمایا کہ یہ میرے اس خواب کی تاویل ہے جو میں نے دیکھا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بڑی مہربانیاں کیں اور مجھے قید خانہ سے نجات دی۔ یوسف علیہ السلام کو اتنی ساری تکلیفیں پہنچیں اس کے باوجود بھلائی اور اچھائی کے تذکرہ کو مقدم رکھا۔ یہاں بھی بزرگوں نے یہی کہا ہے کہ اگر کوئی تکلیف اور مصائب سے دوچار رہے تو وہ اچھائی اور بھلائی کے تذکرہ کو مقدم رکھے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے مقدم رکھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۲۴

قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی مجلس شریف میں سادات کا ذکر ہونے لگا۔ خاکسار نے عرض کیا اکرموا اولادی الصالحون للہ والطالحون لی حدیث نبوی ہے اور حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث نگاہِ مبارک سے گزری ہے؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ حدیث کی کتابوں میں تو نہیں دیکھا ہے مگر اسے حدیث کہتے ہیں۔

خاکسار نے دریافت کیا کہ یزید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا۔ جواب ملا کہ نہیں۔ وہ تو صحابہ کی اولاد میں ہے یعنی حضرت معاویہ کا بیٹا تھا۔

پھر خاکسار نے سوال کیا یزید پر لعنت نہیں کی جائے اس میں کیا مصلحت ہے؟ ارشاد ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ کمتر کے لیئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے سے برتر پر لعنت کرے اور یزید صحابہ یا تابعین میں سے ہے اس لیئے لعنت نہیں کرنی چاہیئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے صحابہ جس چیز میں مبتلا ہو جائیں میں نے اپنے پروردگار سے ان کی مغفرت کی دعا کی ہے اور ان کو بخش دیا گیا ہے اس لیئے بھی یزید پر لعنت نہیں کرنی چاہیئے ایک بات اور بھی ہے ہو سکتا ہے کہ یزید نے اپنی مخالفت کے بعد توبہ کرلی ہو اور تائب کے حق میں لعن طعن نہیں کرنا چاہیے ہم لوگوں کے لیئے یہی کافی ہے کہ اجمالاً یوں کہیں کہ خاندانِ رسالت کے دوستوں کے ہم دوست ہیں اور ان کے دشمنوں کے ہم دشمن ہیں۔

اسی موقع پر حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کی دشمنی اور عداوت کا تذکرہ آگیا۔ ارشاد ہوا کہ جس طرح دونوں کے والد کے درمیان مخالفت ہوگئی تھی اسی طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com

دونوں کے بیٹوں میں بھی مخالفت ہوگئی۔ پہلے حضرت معاویہؓ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ
کے مقابلہ میں میدان میں آئے تھے۔ اور امیر المومنین حضرت علی کے انتقال کے بعد یزید پسر معاویہ
نے امیر المومنین حضرت حسین سے عداوت کی۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے یہ قصہ بیان
فرمایا کہ جب حضرت معاویہ دنیا سے رخصت ہوئے تو یزید نے اُن کی جگہ لی۔ اور ہر شخص سے
بیعت کرنے کو کہا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت حسین کی بھی نوبت آئی۔ ان کے پاس
ایک شخص کو بھیجا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کیجئے۔ امیر المومنین حضرت حسین نے پہلے دو تین چیزوں کی
وضاحت کی کہ جس شخص میں یہ چیزیں ہوں وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ ہم تمہارے پاس
نہیں آسکتے اور وہ کام نہیں کرسکتے جو شرع کے خلاف ہو۔ اگر مدینہ میں میرے قیام کی وجہ
سے تم کو مجھ سے عداوت پیدا ہوگئی ہے تو ہم مدینہ سے چلے جاتے ہیں اور مدینہ چھوڑ کر مکہ
چلے گئے۔ یزید اپنی فوج کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ لوگوں نے کہا کہ جب مدینہ پہنچ گیا ہے تو مکہ بھی
پہنچے گا۔ اس لئے حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوگئے ادھر یزید نے کوفہ خطوط روانہ
کردیئے کہ حسین کو گرفتار کرلیا جائے کوفہ میں تمام راستے بند کردیئے گئے تب حضرت حسین
نے کوفہ سے دشت کربلا کی راہ لی۔ وہاں سے ملک شام چلے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔
دشت کربلا کوفہ سے قریب تھا جیسے ہی دشت کربلا میں پہنچے یزید کی فوج سامنے آگئی اور
یہیں جنگ ہوئی۔

**خاکسار** نے عرض کی کربلا کس سبب سے کہتے ہیں ارشاد ہوا کہ اس دشت کا
نام کربلا تھا اور اس ملک میں ہر دشت کا الگ الگ نام تھا۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ روائتوں میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا اور عشرہ مبشرہ میں سے دو صحابی حضرت معاویہ کے پاس گئے تھے۔ علمائے
اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے پاس ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور عشرہ
مبشرہ میں سے ان دونوں صحابیوں کے جانے کی وجہ سے معاذ اللہ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ
امام حق (حضرت علی) کا ساتھ چھوڑ کر اس امام کے ساتھی اور معاون ہوگئے جن کو غلبہ حاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا۔ بلکہ یہ حضرات صلح کے لیئے گئے تھے تاکہ دونوں میں مصالحت ہوجائے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان جو سب سے پہلی جنگ ہوئی وہ یہی واقعہ تھا۔

اس مجلس میں بعض حاضرین نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ حضرت معاویہ جو کاتب وحی تھے اور صحابہ کرام میں سے تھے ان سے ایسی بات ہوئی؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ازل ہی میں اس کا حکم ہو چکا تھا کہ ان سے یہ چند چیزیں وجود میں آئیں گی تو پھر یہ کیسے نہ ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا بعض جگہ لکھا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ اور حضرت علی سے جنگ ہوئی تو اس سے دین کے ایک تہائی احکام کا استفادہ ہوا جیسے سرکشی اور غنیمت کے کیا احکام ہیں۔ مقتولین اور باغیوں کا کیا حکم ہے امام حق کے مقتولین کے لیے کیا حکم ہے۔ جمعہ خطبہ اور وہ چیزیں جو اُن سے متعلق ہیں (ان کے کیا احکام ہیں) کہتے ہیں کہ اس وقت اِسلام کے ایک تہائی احکام کا استفادہ ہوا اب ان کے اس ایک گناہ میں کیا راز ہے اس بھید کو خدا ہی بہتر جانتا ہے ؎

ہر نیک و بدی کہ در شمار است
چوں در نگری صلاح کار است

اس کے بعد ارشاد ہوا روایت میں آتا ہے کہ ایک روز امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے اور آپ بہت ہی خوش و مسرور ہو رہے تھے۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یارسول اللہ! آپ خوش ہو رہے ہیں حالانکہ ان دونوں کے متعلق یہ حکم ہو چکا ہے کہ ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرے کو دشت کربلا میں شہید کر دیا جائے گا۔

نخواہد برد سعدی جاں ازیں کار
مسافر تشنہ و جلاب مسموم

اس کے بعد فرمایا ایسی بھی روایت ہے کہ یزید آپ سے بیعت کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

لوگ جو جنگ کے لیئے گئے تھے انھوں نے اپنی رائے سے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو یزید نے قتل کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

# مجلس ۲۵

زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجلس شریف میں مشیت اور ارادہ کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا عصمت الانبیاء میں آیا ہے کہ مشیت اور ارادت دونوں ایک ہی ہے الا انما یحصل بالارادت یطلع علیہ غیراللہ وانما یحصل بالمشیة لایطلع علیہ غیراللہ بس اسی قدر فرق کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کا خوف اسی وجہ سے ہے۔ اس لیئے کہ مشیت کی اطلاع خداوند تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے نہ فرشتوں کو خبر ہے اور نہ لوح و قلم کو —— قلم کو بس اتنا ہی حکم ملتا ہے کہ لکھ فلاں ابن فلاں نیک بخت ہے اگر ہم چاہیں۔ اور فلاں ابن فلاں بدبخت ہے اگر ہم چاہیں۔ اور یہ سب کچھ عصمت الانبیا میں مذکور ہے قلم لوح محفوظ پر جو لکھتا ہے وہ اسی طور پر لکھتا ہے تحقیق کی رو سے قلم تو لکھتا ہے لیکن اس کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ مشیت کیا ہے اسی طرح لوح کو بھی مشیت کی اطلاع نہیں ہے حالانکہ اسی میں لکھا جاتا ہے ؎

یک ذرہ ز زلف کافر او
غارت گر صد ہزار دین است

اسی درمیان میاں حسام الدین امام ہیبت خاں نے گزارش کی آج کی رات "شب برات" ہے تمام سال میں جو کچھ ہونے والا ہے فرشتوں کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ ان سب کا نفاذ ہوگا چنانچہ ملک الموت کو خبر دی جاتی ہے کہ فلاں ابن فلاں اتوار کو ظہر کی نماز کے بعد اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

دار فنا سے دار بقا کو رحلت کرے گا۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا ملک الموت کو بھی جو خبر دی جاتی ہے وہ اسی طور پر دی جاتی ہے کہ فلاں ابن فلاں اتوار کو دار فنا سے دار بقا کو رحلت کرے گا ان شیئت یعنی اگر ہم چاہیں گے۔ اس میں بھی مشیت چھپی ہوئی ہے۔

پھر سوال کیا کہ جب اتوار کو اس کا انتقال ہو گیا ملک الموت کو تو خبر ہو گئی کہ مشیت یہ تھی؟ ارشاد ہوا کہ موت کے واقع ہونے کے بعد مشیت معلوم ہوئی۔ موت سے قبل مشیت معلوم نہیں تھی۔ میری گفتگو کسی چیز کے وجود میں آنے سے قبل میں ہے۔ جس چیز کے ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے اور اس کو اپنی مشیت پر منحصر رکھا ہے فرشتوں کو اس کے بارے میں اس سے زیادہ علم نہیں کہ اللہ نے اس کے ہونے کی خبر دی ہے اور اس کو اپنی مشیت پر موقوف رکھا ہے۔ فرشتوں کو قطعاً یہ معلوم نہیں کہ ہو گا کیا۔ ان کو اس وقت معلوم ہوتا ہے جب وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ وجود میں آنے سے پہلے اس کا علم ان کو نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ مشیت کے تحت میں ہے۔

اسی سے یہ بات نکلتی ہے کہ ہمارے مذہب میں استثنا (انشاء اللہ کہنا) کو مستقبل کے لیے بھی جائز رکھتے ہیں یعنی مومن اگر کہے کہ انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ تو اسے مستقبل میں مراد لیتے ہیں اور یہ جائز ہے لیکن ماضی اور حال میں کہ جہاں مومن کا ایمان موجود ہے اور اس کو قطعی علم ہو کہ مومن تھا اور مومن ہے تو اس میں استثنا نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی ہے استثناء اس فعل میں درست ہے جس کے وجود میں ہیر پھیر ہو یعنی ہو گا کہ نہیں ہو گا ایسے محل اور موقع میں استثناء ہے اور اس کا تعلق مستقبل ہی سے ہے کیونکہ اس کا علم بندہ کو قطعاً نہیں ہے جیسے خاتمہ بخیر ہونے کے متعلق کہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے اور بندہ کو اس کی اطلاع نہیں ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو گا یا نہیں ہو گا۔ ایسی صورت میں استثناء کو جائز قرار دیتے ہیں ؎

چوں زلف بناز برفشانی
صد خرقہ گرو شود بخمار

toobaa-elibrary.blogspot.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ استثنا کو زمانہ حال اور ماضی میں بھی جائز سمجھتے ہیں اور تردد وشک نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک زمانہ حال میں بھی تردد اور شک معاذ اللہ ان کو اپنے ایمان میں نہیں ہے۔ اس لیئے جائز سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ فعل جو زمانۂ حال و ماضی میں وجود میں آیا ہے، ویسا ہی ہے جیسا کہ حقیقتاً موجود ہو، لیکن اس فعل میں استثنا کرنا لائق ادب ہے۔ اس لیئے یہ ادب ہوگا کہ اس فعل کو مشیت کے حوالہ کیا جائے اور خود کو اس فعل سے علیحدہ رکھا جائے۔ اگرچہ زمانہ حال میں اپنے ایمان میں تردد وشک نہیں ہے اور اپنے اس ایمان کا علم ویقین ہے لیکن ادب یہی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالہ کریں اور اس آیۃ کو دلیل میں لاتے ہیں کہ جس وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے قبل مدینہ میں تشریف فرماتھے۔ خواب دیکھا کہ مکہ کو فتح کیا ہے اور مکہ میں داخل ہوئے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہے اس میں کسی شک وشبہ اور کذب یعنی اس کا غلط ہونا بھی قطعاً جائز نہیں ہے جیسا دیکھا ہے ویسا ہی ہوگا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اس طرح خبر دی ہے[1] لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین (تم داخل ہو رہوگے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے) اگر اسی قدر خبر دی جاتی کہ لتدخلن تو یہی کافی ہوتا اس لیئے کہ یہ اخبار ہے اور ان امور میں سے ہے جو یقیناً ہو کر رہے گا۔ اور اس میں کذب اور خلاف کبھی جائز نہیں ہے اس کو ہونا ہی ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ادب سکھانے کے لیئے یوں فرمایا لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو بندہ سے وجود میں آتی ہے اس کو اللہ کی مشیت کے حوالہ کرنا ادب ہے۔ یہ امام شافعی کی دلیل ہے۔ لیکن ہمارے علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ استثناء (یعنی اِنْ شَاءَ اللہ) جو اس آیۃ میں مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قول لتدخلن کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ امنین کے متعلق ہے اس لیئے کہ وعدہ اس میں نہیں ہے کہ امنین

---

[1] سورۂ فتح رکوع آخر۔

(یعنی امن و امان) میں داخل ہوں گے یا خائفین (یعنی خوف و ہراس) میں داخل ہونگے۔ یہ خبر اور وعدہ داخل ہونے میں ہے تو استثنا کا کیا فائدہ۔ بلکہ جس کا وعدہ اور خبر نہیں ہے اس کو مشیت سے متعلق کرنا بہتر اور مناسب ہے۔

# مجلس ـ ۲۶

شرفِ زیارت سے مشرف ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد خاکسار نے گزارش کی اس عمل میں کہ جس کے قبول کرنے کے شرائط موجود نہیں ہیں۔ اس کا حکم کیا ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا ھباءً منثورا (ہوا اور گرد و غبار) ہے۔ اس کے لئے کوئی بدلہ نہیں ہے۔ لیکن جائز ہونے کی شرائط کے وجود کے اعتبار سے شرعاً ذمہ داری سے خارج ہوگا۔

خاکسار نے پھر پوچھا بندہ کل قیامت کے دن قبول کرنے کی شرائط کے ترک کی وجہ سے ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

فرمایا نہیں! ــــ

اسی درمیان شیخ معزالدین نے عرض کی اس رُو سے تو یہ ہوگا کہ بندہ مامور نہیں ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہاں ــــ

پھر خاکسار نے دریافت کیا اگر کسی نے قبول کرنے کے شرائط کو لازم کر لیا ہے تو اس میں تقصیر (عدم ادائیگی) کی وجہ سے مواخذہ ہوگا یا نہیں ــــ؟ جواب ملا کہ وہ تو ہے جب اس نے پابندی کر لی تو لازم ہوگیا۔ اور اس حال کے حکم کے تحت فرض حال ہوگیا جہاں تک ممکن ہو بجا لائے لیکن جس مقدار میں بجا لا سکتا تھا نہیں بجا لایا تو اس کے لئے وہ ماخوذ ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار نے عرض کیا ایمان میں قبول کرنے کی شرائط میں سے کوئی چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایمان میں قبول کرنے کی شرائط میں یہی ہے کہ قبل الباس ہونا چاہیئے۔

اس موقع پر عطائی ایمان اور عاریتی ایمان کی بات ہونے لگی۔ خاکسار نے سوال کیا عطائی ایمان اور عاریتی ایمان کی پہچان کے لیئے کوئی علامت ہے ارشاد ہوا ہاں ہے۔ ایک علامت تو یہی ہے کہ نعمت ایمان کی قدر جانے، اس ایمان کی وجہ سے جو کچھ واجب ہوا ہے اس پر عمل کی توفیق ہو۔ اس کا حق ادا کرتا ہو۔ اگر یہ سب صفات اپنے اندر پائے تو سمجھ لے کہ یہ عطائی ہے۔ اور اہل معرفت ہر چیز کو اس چیز کی اپنی خاصیت سے پہچانتے ہیں، اس لیئے کہ ہر چیز کی اپنی خاصیت ہوتی ہے ان کی نگاہ اسی پر جاتی ہے۔ اور وہ پہچان لیتے ہیں۔ چنانچہ پیری کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ پیر آنے والے بندہ کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ سعید ہے یا شقی ہے۔ نیک بختوں میں ہے یا بد نصیبوں میں۔ اگر وہ سعید اور نیک بخت ہے تو اسے قبول کر کے بیعت سے مشرف فرماتے ہیں اور اگر اس کے برعکس ہوتا ہے تو اسے لوٹا دیتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔ اس لیئے کہ جو مردود ازلی ہے اسے کون قبول کر سکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے خود ہی یہ سوال اٹھایا کہ انبیاء علیہم السلام کو تمام چیزوں کے خواص معلوم تھے اس کے باوجود وہ سب کو دعوت دیتے تھے۔ اس کا جواب حضرت مخدوم نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اگرچہ انبیائے کرام کو تمام خاصیتوں کا علم تھا لیکن ان کی دعوت تو اتمامِ حجت کے لیئے تھی نہ کہ مردود ازلی کو بنانے کے لیئے تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ عین القضاۃ[رح] نے سلب ایمان کے بارے میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ایک عطا ہے اور ایمان کو سلب کر لینا عطا و بخشش کو واپس لے لینا ہے۔ عطا سے پھر جانا یعنی واپس لے لینا تو مناسب نہیں ہے۔ اس شبہ کا خود ہی یہ جواب دیا کہ یہ عطا سے پھر جانا یعنی عطا و بخشش کو واپس لے لینا نہیں ہے بلکہ بندہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے نعمت ایمان کی قدر نہیں پہچانی اور اس ایمان سے جو عمل اس پر واجب ہوا تھا اس کو بجا نہیں لایا۔ اس معنی کے اعتبار سے بندہ نے خود اس عطاء و بخشش کو رد کر دیا نہ کہ اللہ کی جانب سے واپس لے لیا گیا۔ حضرت مخدوم ساء نے جب یہ کہا تو کئی بار فرمایا کہ کیا خوب جواب دیا ہے کہ یہ عیب (قصور) بندہ کا ہے۔

اسی درمیان خاکسار نے سوال کیا جب اس عطاء بخشش کا رد بندہ کی طرف سے ہوتا ہے تو پھر اس کو سلبِ ایمان کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب ملا کہ سلبِ ایمان رد کرنے کا بدلہ ہے نہ کہ عطاء و بخشش کو واپس لینا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ تمہیدات میں ایک شبہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ رویت (دیدار) کے لیئے موسیٰ علیہ السلام کا سوال رویت کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اگر رویت منع ہوتی تو سوال جائز نہ ہوتا۔ اس لیئے یہ جائز ہے اور جب جائز ہے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کے تبت الیک (میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں) کہنے کا کیا مفہوم ہوا۔ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آدمی کی طبیعت اور فطرت کی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی خوفناک بات دیکھتا ہے تو توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب پہاڑ کو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ ہولناک منظر معائنہ کیا تو کہنے لگے تبت الیک۔ یہ اس لیئے نہیں کہا کہ رویت کا سوال کیا تھا اور وہ سوال جائز نہ تھا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اہم مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔

# مجلس ۲۷

شرف دیدار سے مشرف ہوا۔ شیخ زادہ اچہ[1] مجلس میں حاضر تھے۔ انھوں نے

---

[1] اچہ۔ موجودہ پاکستان میں ایک شہر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دریافت کیا کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں میں افضل ہیں تو پھر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ کے کیا معنی ہیں اس میں تو حضرت ابراہیم سے تشبیہہ دی گئی ہے اور مشبہ بہٖ یعنی جس سے تشبیہہ دی جائے وہ افضل ہو گا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلٰی قَدْرِہٖ مَنْزِلَتِہٖ وَمَرْتَبَتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلٰی مَنْزِلَتِہٖ وَمَرْتَبَتِہٖ۔ یہ تشبیہہ نفس رحمت میں ہے نہ کہ جس پر رحمت کی گئی ہے اس میں ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ جیسا ابراھیم علیہ السلام پر ان کی قدر و منزلت کے اعتبار سے رحمت نازل فرمائی ہے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی قدر و منزلت کے مطابق رحمت فرما۔ یہاں پر آپ کی فضیلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

شیخ معزالدین نے سوال کیا جب تمام انبیاء رحمت کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں تو خاص حضرت ابراھیمؑ سے تشبیہہ دینے میں کون سا معنی پوشیدہ ہے۔

ارشاد ہوا کہ ابراھیم علیہ السلام کو مقام خلت حاصل تھا (یعنی وہ خلیل اللہ تھے) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محبت حاصل تھا (یعنی آپ حبیب اللہ تھے) اور خلت و محبت ایک ہی معنی میں ہے دوسروں کی بہ نسبت یہاں مناسبت زیادہ ہے۔ واللہ اعلم

# مجلس ۲۸

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ افطار کے درمیان ان لوگوں کے متعلق تذکرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہونے لگا جو علم حاصل کر لینے کے بعد اپنے والد کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور اسی شرم کی وجہ سے اپنے والد کے نام کو ظاہر نہیں کرتے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حضرت مالک دینار عظیم المرتبت بزرگ اور مقتدائے طریقت تھے انھوں نے بھی اپنے والد کو حقیر نہیں سمجھا اور خود کو مالک دینار (یعنی مالک بن دینار) کے نام سے مشہور کیا ہے اتنے زیادہ مریدان اور شاگردان تھے جن کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ رواںتوں میں آتا ہے کہ ایک دن مالک دینارؒ ایک سڑک سے گزر رہے تھے۔ مریدوں، شاگردوں اور دوسرے لوگوں کا ہجوم آپ کے ساتھ تھا۔ سامنے سے ایک سید صاحب آئے۔ سلام کیا۔ مالک دینار کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا آپ میرے غلام کے لڑکے ہیں، اور آپ کو یہ عزت و مرتبہ حاصل ہے۔ اور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا ہوں اور میرا یہ حال ہے۔ مالک دینار نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی پابندی کی۔ اسی پر عمل کیا اور یہ دولت پائی۔ آپ نے وہ نہیں کیا تو اس حال کو پہنچے۔ پھر جب رات ہوئی مالک دینار نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ عتاب فرما رہے ہیں ارشاد ہوا کہ اے مالک دینار تو نے میری اولاد پر عیب رکھا ہے۔ مالک دینار نے توبہ و استغفار کی۔

اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جہاں کہیں خاندانی شرف موجود ہے جیسے سادات یعنی فرزندان رسول علیہ السلام اور فرزندان شائخ۔ وہاں ان کی تعظیم کے لیئے علم شرط نہیں ہے کہ اگر ان میں علم ہوگا تب تعظیم کریں گے۔ ہاں! اگر علم بھی ہے تو یہ شرف پر شرف اور دوہری فضیلت ہے۔

خاکسار نے عرض کیا کہ مالک دینار کا یہ خواب اس حدیث اکرموا اولادی الصالحون للہ والطالحون لی (میری اولاد کی تکریم کرو اچھے اللہ کے لیئے ہیں اور برے میرے ہیں) کی صحت کے لیئے دلیل ہوگی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں۔!

واللہ اعلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۲۹

شرف زیارت سے مشرف ہوا۔ مجلس شریف میں اولیاء کی ولایت کی گفتگو ہونے لگی۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا اولیاء میں سے ہر ولی کے لیئے روئے زمین میں ان کی ولایت باطنی کی ایک حد ہوتی ہے۔ جس طرح بادشاہوں کو دنیاوی مملکت میں۔ ہر ولی کو اپنی ولایت کی حد کے اندر تصرف جائز ہے اور اس میں ان کا فرمان چلتا ہے جو چاہیں کر سکتے ہیں لیکن دوسرے ولی کی سرحد کے اندر تصرف جائز نہیں ہے جس طرح دنیاوی بادشاہوں کی مملکت میں ایک حد متعین ہے ان کا تصرف اس حد سے آگے جائز نہیں۔ اگر کوئی دوسرے کی مملکت کے ایک گاؤں پر بھی تصرف کرنا چاہے تو وہاں اس کا تصرف جائز اور نافذ نہیں ہوگا۔ اسی طرح اولیاء کے لیئے ولایت باطنی ہے۔

پھر کرامت کے ظاہر کرنے کا تذکرہ آگیا کہ بعض بزرگوں نے کرامت کا اظہار کیا ہے حضرت مخدوم نے فرمایا کرامت کا اظہار جائز نہیں ہے جب کرامت کا چھپانا فرض ہے تو یہ حضرات فرض کا ترک اپنے لیئے کیسے جائز رکھ سکتے ہیں۔ لیکن بزرگوں کی کرامت کا ذکر کہیں کہیں ملتا ہے تو یہ وقت کی گرمی، حالت سکر یا مریدوں کی ترغیب کے لیئے ہوا ہے ان تین کے علاوہ کوئی چوتھی قسم نہیں ہے۔

سری ست مرا با تو کہ کس محرم آں نیست
گر سر برود سر تو با کس نکشایم

لیکن ان تین حالتوں کے علاوہ اگر کسی نے کسی بزرگ کے متعلق کچھ بیان کیا ہو اور وہ اصول وقانون سے باہر ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ان بزرگوں سے نہیں بلکہ نادان مریدوں نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے اور ان بزرگوں سے منسوب کر دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار نے دریافت کیا کرامت کے چھپانے کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟
حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ان پر ایمان لانا فرض نہیں ہے کہ اس کی صحت کے لئے کرامت کا اظہار کریں جیسا کہ پیغمبروں کے بارے میں ہے کہ ان پر دعویٰ نبوت کی صحت کے لئے معجزہ کا ظاہر کرنا فرض ہوا ہے۔ اسی کے برعکس اولیاء اگر کرامت کا اظہار کرتے ہیں تو ان کی شہرت ہو گی اس میں فتنہ کا احتمال ہے عُجب (گھمنڈ) بھی پیدا ہو سکتا ہے اور اس میں مبتلا ہو سکتے ہیں
خاکسار نے عرض کیا اولیاء کو تو یہ قوت حاصل ہے کہ خود کو عُجب (گھمنڈ) سے بچالیں۔ ارشاد ہوا ہاں! اس کے باوجود ممکن ہے کہ عجب میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے کہ اولیاءؒ معصوم نہیں ہیں۔
پھر خاکسار نے سوال کیا مُریدوں کو رغبت دلانے کے لئے بھی کرامت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ جواب ملا کہ ہاں! ایسی روایت آتی ہے لیکن اگر صادق ہو، اور وہ بلائیں و آفتیں جو کہی گئی ہیں وہ سب نہ ہوں تو جائز ہے اور ایسی روایت کتابوں میں موجود ہے اور جو قسمیں اوپر گزریں ان میں یہ قسم موجود ہے۔
پھر اسی موقع پر ولی کو اپنی ولایت کے علم ہونے کا تذکرہ آگیا، اور اس کے بارے میں گفتگو ہونے لگی، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم نہیں ہوتا ہے اور ہر ایک اپنی اپنی دلیل پیش کرتے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ علم نہیں ہوتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو جائے تو وہ خاتمہ سے مامون ہو جائیں۔ اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ایمان کو خوف و رجا کے درمیان ہونا چاہئے۔ اور ایسی صورت میں خوف و رجا باقی نہیں رہتا تو ظاہر ہوا کہ ان کو اپنی ولایت کی خبر نہیں ہوتی، اور جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو اپنے ولی ہونے کی خبر ہوتی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ ولایت کے علم سے امن لازم آتا ہے لیکن یہ امن ان کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ یہ امن ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرۂ مبشرہ کی سعادت کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ بہشتی ہیں۔ ان لوگوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضور کی اس خوش خبری سے امن حاصل ہو گیا کیونکہ شرع کے اخبار میں شک و شبہ کفر ہے اس امن کے باوجود ان کے دین میں ذرہ برابر نقصان نہیں ہوا۔

حضرت **مخدومؒ** نے اس گفتگو کے درمیان خود ہی یہ سوال اٹھایا کہ عشرۂ مبشرہ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوا لیکن ولی کے بارے میں کس ذریعہ سے معلوم ہو گا اس لئے کہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے؟ اس سوال کا خود ہی جواب دیا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وحی منقطع ہو گئی تو حدیث باقی ہے یعنی الہام وحی کی جگہ پر ہے۔ تو یہ لوگ الہام کے ذریعہ جانتے ہیں اور الہام میں ویسی صحت نہیں ہے جیسی کہ وحی میں ہے اسی لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے الہام کے بارے میں کیسے معلوم کیا جائے کہ یہ الہام رحمانی ہے یا شیطانی؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ معرفت اور ولایت کے نور سے جانتے ہیں اور تمیز کر لیتے ہیں کہ یہ الہام رحمانی ہے اور یہ شیطانی ہے؟ پھر وہ اس سے الگ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ولایت اور معرفت کا نور ان کو مکر و فریب سے نہیں نکالتا تا کہ وہ فرق کر سکیں۔ یہ لوگ جو کچھ جانیں گے علامات اور نشانیوں کے ذریعہ جانیں گے۔ اور اس سے دلیل قطعی ثابت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد بھی مکر و فریب باقی رہتا ہے۔ علامات اور نشانیوں سے مکر و فریب ختم نہیں ہوتا کہ قطعی طور پر معلوم ہو جائے۔

**خاکسار** نے دریافت کیا اگر کسی کے بارے میں یہ فرض کر لیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اسے بشارت دی ہے کہ تو ولی ہے۔ حضورؐ تو مخبر صادق ہیں آپ کے اخبار میں خلاف جائز بھی نہیں ہے اور آپ کی شکل میں شیطان بھی نہیں آسکتا ہے تو ایسی صورت میں (خواب دیکھنے والے کو اپنے ولی ہونے کا علم) قطعاً ہو گا حضرت **مخدومؒ** نے فرمایا اگرچہ تمثیل شیطان نہیں ہے (یعنی شیطان حضورؐ کی شکل میں نہیں آسکتا ہے) اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا بھی ہے جب بھی قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ سننے میں اس نے خود یہ خیال اور گمان پیدا کر لیا ہو کہ میں نے یہ بشارت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے حالانکہ یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بشارت حضورؐ سے نہ ہو۔ اس نے یہ گمان کرلیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے حالانکہ یہ خبر شیطان نے سنوائی ہو جیسا کہ حضورؐ کے بارے میں یہ واقعہ سورۂ والنجم کی تفسیر میں موجود ہے کہ ایک روز آپ سورہ والنجم پڑھ رہے تھے اس وقت صحابہ کا مجمع تھا، دشمنانِ اسلام اور منکروں کی جماعت بھی موجود تھی۔ شیطان ان کی جماعت میں اس طرح آکر بیٹھ گیا کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ جب حضورؐ اس آیت پر پہنچے افرایتم اللات والعزی ٥ ومنوۃ الثالثۃ الاخری (بھلا تم نے دیکھا لات اور عزی کو اور منات تیسرے پچھلے کو) تو آپ کی سانس یہاں پر رک گئی۔ پھر اس آیت کو شروع سے پڑھنا چاہتے تھے کہ شیطان نے اسی لمحہ آپ کی آواز سے آواز ملا کر یہ پڑھ دیا تلک الغرانیق العلی منھا الشفاعۃ لترجی یعنی یہ بت ان ایسے بزرگوار ہیں کہ ان کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیئے۔ کافروں نے سمجھ لیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا ہے سب تالیاں بجانے لگے اور کہنے لگے کہ محمدؐ نے ہمارے بتوں کی شفاعت کا اقرار کرلیا ہے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا میں نے ایسا پڑھا ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں! یارسول اللہ! حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت منغص ہوئے۔ (حضور نے فرمایا کہ یہ میری آواز نہ تھی، بلکہ یہ شیطان تھا جس نے میری آواز میں آواز ملا کر پڑھ لیا) الغرض یہ قصہ بہت طویل ہے۔ اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہتا ہے تو تفسیر میں دیکھ لے۔ اس میں بہت ساری مشکل بحثیں بھی آگئی ہیں۔

خاکسار نے عرض کیا اگر اس خواب کے بارے میں تحقیق ہوجائے کہ یہ شیطانی نہیں ہے بلکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہے تو قطعاً ثابت ہوجائے۔ ارشاد ہوا کہ اس امر میں اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے خواب دیکھنے والا اپنے حق میں کیسے فرق کرسکتا ہے۔ اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہی سُنا ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر مکر و فریب اور استدراج پوشیدہ ہو، اس لئے ہر حال میں خوف باقی رہتا ہے ختم نہیں ہوسکتا۔ ختم اسی وقت ہوسکتا ہے جب مکر و استدراج سے باہر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جاۓ۔

خاکسار نے دریافت کیا اگر کسی نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو اس خواب دیکھنے والے کے بارے میں قطعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سعید ہے شقی نہیں ہے اس لئے کہ بدبختی (شقاوت) اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ جواب ملا کہ یہاں پر بھی فرق نہیں کر سکتے اس لئے کہ اس نے جو سمجھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے علامت اور نشان سے سمجھا۔ اس گروہ صوفیا کا کہنا ہے کہ کشف دو ہیں کشف روحی اور کشف الٰہی۔ کشف روحی میں جب روحی تجلی ہوئی تو اس میں مخلوقی اور محدثی علامتیں پائیں اور تمیز کریں کہ یہ کشف روحی ہے لیکن کشف الٰہی میں مخلوق اور محدث کی جو علامت ہو جو کچھ اور جس طرح کا شبہ مخلوق اور محدث میں ہوتا ہے اس کا کوئی اثر بھی اس میں نہ پائیں تو سمجھ لیں کہ یہ کشف الٰہی ہے۔ جس مقدار میں کشف الٰہی کو سمجھیں گے علامات اور نشانیوں کے ذریعہ ہی سمجھیں گے۔ اس سے الگ نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کسی نہ کسی طور پر خوف باقی ہے۔ خوف ختم نہیں ہوتا۔

خواجہ محمود کے بھتیجے تاج الدین نے دریافت کیا خدائے تعالیٰ کو بھی کسی نے خواب میں دیکھا ہے؟ حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہزاروں بار منقول ہے کہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم پوچھتے ہو کسی نے دیکھا ہے ؎

شبہا کہ بی تو ام شب گو راست در خیال
ور بی تو بامداد کنم روز محشر است
ابلہ بہ قیامت طلبید عزت و شادی
عاقل نہ کند نقد میدل بہ نسیہہ

پھر ارشاد ہوا کہ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز نہیں ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد عرض کیا کہ دنیا میں کوئی بیداری کی حالت میں خدا کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟
حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔
پھر ارشاد ہوا کہ دنیا میں جو رویت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رویت کے بعد بقا ہے فنا جائز نہیں ہے۔ دنیا دار فنا ہے اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ فنا ہونے والی ہے۔ اگر دنیا میں رویت ہوتی تو فنا کو قبول نہیں کر سکتی اور یہ کیسے درست ہو سکتا ہے اس لئے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس کا فنا ہونا قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔
اس کے بعد فرمایا کہ بنگال میں امیر فاضل بلخی سے میں نے سنا تھا یہ امیر فاضل بلخی خیل بلخیاں، بڑے زبردست مفسر اور محدث ہوئے ہیں۔ تفسیر بہت اچھی بیان کرتے تھے ایک بار ممبر پر تفسیر بیان کر رہے تھے جب رویت کی آیت آئی اور یہ مسئلہ آیا کہ دنیا میں رویت ہے یا نہیں تو انھوں نے کہا نہیں رویت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا دار فنا ہے، رویت کے بعد بقا ہے فنا جائز نہیں۔ اور جو کچھ بھی دنیا میں ہے وہ فنا ہونے والی ہے اس لئے نہیں دیکھ سکتے۔ مع انہ جائز الرویت اس بارے میں قطعی ہے ۔

نراہ شدن نہ روئے دیدن
معشوق ملول دما گرفتار!
آں شد کہ زوصل تو زدم لاف
اکنوں من و پشت و دست دیوار

خاکسار نے عرض کیا کہتے ہیں کہ بلغار میں عشاء کی نماز نہیں ہے بلکہ غروبی اور طلوعی ہے (یعنی مغرب کی اور صبح کی نماز ہے) ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟
حضرت مخدوم نے فرمایا اس شہر کے لوگوں نے اس مسئلہ کو فتوی کے لئے بخارا بھیجا تھا۔ بخارا کے ائمہ جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ پانچ نمازیں فرض ہیں چار کون ادا کر سکتا ہے، اس مسئلہ پر سب آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ آخر میں اس بات پر متفق ہوئے کہ اگرچہ پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن وقت کے واجب ہونے کے سبب ہیں اور اگر یہ نہیں ہے تو نماز

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی واجب نہیں ہو گی ان لوگوں کے حق میں وہی چار نمازیں ہوں گی۔

**خاکسار** نے گزارش کی کیا یہ صحیح ہے کہ وہ ایسا ہی شہر ہے ارشاد ہوا کہ ہاں! یہاں تک کہ تفسیر معظم و مکرم میں بھی آیا ہے۔

**خاکسار** نے دریافت کیا کہ اگر کوئی اعتکاف میں ہے اور وہ کسی پیشہ سے تعلق رکھتا ہے تو معاش کی ترتیب کے لیئے اس پیشہ میں مشغول ہونا جائز ہو گا یا نہیں؟

حضرت **مخدوم** نے فرمایا مسجد کے اندر پیشہ میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ چونکہ مسجد میں بیع وشری (خرید و فروخت) جائز نہیں ہے اس لیئے اسی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن خرید و فروخت کے سامان کو مہیا (موجود) کیئے بغیر معتکف کو اعتکاف کی ضرورت کیلئے مباح قرار دیا گیا ہے۔ اس بنا پر معتکف کا کسب اور پیشہ میں مشغول ہونا اعتکاف کی ضرورت سے جائز ہوا بقدر ضرورت[1]۔ جس طرح کھانا پینا مسجد میں مکروہ ہے لیکن معتکف کے لیئے جائز ہے اور اس میں کراہیت بھی نہیں ہے اسی پر قیاس کرنا چاہیئے کہ اعتکاف کی حالت میں حرفت (پیشہ) میں مشغول ہونا جائز ہے۔

پھر **خاکسار** نے سوال کیا اعتکاف سنت موکدہ ہے اس کا ترک کرنے والا ماخوذ ہو گا یا نہیں؟ حضرت **مخدوم** نے فرمایا سنت موکدہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ماخوذ فرض و واجبات میں ہے۔ ہاں! سنت موکدہ وجوب کے قریب ہے اور مطلق سنت میں عتاب ہے اور سنت موکدہ کے ترک میں اس کی مناسبت سے پکڑ کے علاوہ عتاب بھی ہے۔ اسی درمیان خواجہ ظہیر الدین نے کہا کہ مولانا وحید الدین ہر سال رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جس وقت میں حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرف ارادت سے مشرف ہوا اپنے وظائف (یعنی معمولات) کے لیئے عرض کیا

---

[1] حد ضرورت کی تعریف ترجمہ معدن المعانی باب ۴۴ صفحہ ۱۳۱۴ میں ملاحظہ کریں۔ مترجم

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور یہ بھی کہا کہ میں ہر سال رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتا ہوں، حضرت شیخ نے فرمایا مولانا! میرے مریدوں میں سے کوئی نہیں بیٹھتا۔ پھر انھوں نے کہا مجھے ہر سال بیٹھنا میسر ہوتا ہے اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا ایسا ہی چاہیئے۔

اسی درمیان خاکسار نے عرض کیا کہ جب اعتکاف سنت موکدہ ہے تو یہ کیوں نہیں بیٹھتے۔ حضرت شیخ کے جواب سے عدم رضا کا گمان ہوتا ہے اسے کس معنی میں محمول کریں گے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ اس میں کوئی آفت اور بلا دیکھتے ہوں۔ اسی لیئے ان لوگوں کو حکم نہیں دیتے تھے اور بہت سارے فرائض و واجبات ایسے اہم ہیں جن کی بجا آوری اعتکاف میں نہیں ہو سکتی۔ سنت موکدہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک سنّت ہی ہے نفل کے درجہ میں ہے۔ اور اشغال ہیں اس میں مشغول ہوں یا اس میں مشغول ہوں۔

واللہ اعلم

# مجلسِ ـــ ۳۰

آستانہ کی زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ شیخ معزالدین نے عرض کیا تفکر کو جب تمام نفل عبادتوں پر فضیلت حاصل ہے تو کیا تفکر نفل نماز سے بھی افضل ہے تو اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ نماز میں خود تفکر ہے؟ ۔ حضرت مخدوم نے فرمایا نماز میں تفکر ضمنی ہے اور میری گفتگو صرف تفکر سے ہے۔

پھر عرض کیا کہ نماز چند مخصوص ارکان و افعال پر مشتمل ہے اور تسبیح و تہلیل، قرائت قرآن، حمد و ثنا سب پر جامع ہے اس حیثیت سے مساوات یعنی برابری ہو گی فضیلت کہاں سے ہو گی؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عبادات میں نفس عبادت ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی تاثیر اور اس کے فوائد کا اعتبار ہے اور تفکر میں وہ تاثیرات ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو نماز کے تمام ارکان وافعال کی ادائیگی میں ہیں۔ اسی لئے ایک ساعت کے تفکر میں سالک اتنی ساری مسافت طے کرلیتا ہے جتنی دوسرے ساٹھ سال کی عبادت میں کرتے ہیں۔ ایک لمحہ کے تفکر میں دونوں جہاں سے گزر سکتا ہے، تفکر میں ایسی تاثیر ہے۔ نماز اور روزہ میں یہ تاثیر کہاں ہے

ہر رونم بکجا رود چوں خضر
ہر تنے کے چو مصطفیٰ باشد

اس کے بعد ارشاد ہوا ہر چیز میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کمالات کے حصول کے لئے وہ تاثیر جو اس چیز کی ہے دوسری چیز میں نہیں پا سکتے۔ روزہ کی تاثیر روزہ ہی میں ملتی ہے۔ نماز کی جو تاثیر ہے وہ نماز ہی میں ملے گی۔ دوسری چیز میں نہیں پائیں گے اسی طرح تفکر میں بھی ایک خاص تاثیر ہے جو صرف تفکر میں حاصل ہوگی۔ تفکر کے علاوہ دوسری چیز میں نہیں پائیں گے۔

بگیر خرقہ صوفی کہ زرق می نہ ستانم
بیار بادۂ صافی کہ زہد می نفروشم

# مجلس - ۳۱

زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مخدوم بزرگ حضرت پیر کبیر شیخ نجیب الحق والشرع والدین فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز کے بھانجا سید اوحدالدین مجلس میں حاضر تھے۔ موذن نے عصر کی نماز کے لئے اذان دی۔ اذان کے بعد انھوں نے دریافت کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر جگہ اور ہر شخص دونوں ہاتھ کے انگوٹھے کو آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اس بارے میں حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس کی صحت کس طرح پر ہے؟ حضرت مخدومؒ نے فرمایا حدیث کی اُن کتابوں میں جو اس علاقہ میں معروف و معتبر ہیں یہ حدیث نگاہ سے نہیں گزری ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے علاقہ کے علماء نہیں کرتے ہیں اور اگر کسی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتے تو منع بھی نہیں کرتے اس لئے کہ شاید کسی کو اس کی صحت کے بارے میں کوئی حدیث نظر سے گزری ہو۔ یا اس نے سُنا ہو۔ ہاں! قصہ کے طور پر آیا ہے اور اگر یہ قصہ صحیح ہے تو اس کی صحت پر اس قصہ سے دلیل قائم کی جاسکتی ہے اور وہ قصہ یہ ہے کہ ایک وقت آدم علیہ السّلام کو فرمان آیا کہ میں آپ کی پشت سے ایک فرزند پیدا کروں گا اور یہ اٹھارہ ہزار عالم جو پیدا کیا ہے یہ آپ کے اسی فرزند کی محبت میں پیدا کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خوبیاں آدم علیہ السّلام سے بیان کیں۔ اس وقت آدم علیہ السّلام کے دل میں اپنے اس فرزند کو دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی۔ فرمان خداوندی آیا کہ میرا یہ حکم (فیصلہ) ہے کہ ان کو آخر زمانہ میں پیدا کروں گا، اس وقت اگر آپ کو دکھاؤں تو آپ کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں! ان کا نور اس وقت آپ کو دکھاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں پر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا نور ظاہر فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے اس کو دیکھا، بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اسکے بعد حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ اگر یہ قصہ صحیح ہو تو اس سے حدیث کی صحت ہو سکتی ہے

# مجلس ۔ ۳۲

قدمبوسی کی سعادت میسر ہوئی۔ خاکسار نے دریافت کیا زن وشو (میاں بیوی) کے درمیان ہبہ سے رجوع جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مخدومؒ نے فرمایا سات

toobaa-elibrary.blogspot.com

جگہوں میں ہبہ سے رجوع جائز نہیں ہے اور ممانعت کا یہ شعر پڑھا ۔

موانع الرجوع فی فصل الھبہ
یاصاحبی حروف "دمع خزقہ"

پھر فرمایا د مع خ ز ق ہ میں سات حروف ہیں۔ ان سات[1] جگہوں میں ہبہ سے رجوع منع ہے اس کے بعد ساتوں حروف کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ دال = زیادت متصل۔ میم = موت احدھما۔ عین = عوض۔ خا = خروج عین از ملک موہوب کہ بالبیع او بالھبہ ۔ زا = زوجیت ۔ قاف = قرابت ۔ ھا = ہلاک موہوب واللہ اعلم۔

---

[1] ہبہ علم فقہ کا ایک اہم مسئلہ ہے کسی چیز کے بخش دینے کو ھبہ، بخشنے والے کو واہب، جس کے لئے بخشے اس کو موہوب لہ اور جو چیز بخشی جائے اس کو موہوب کہتے ہیں۔

ھبہ ایجاب وقبول سے درست ہوتا ہے اور قبضہ سے پورا ہوجاتا ہے ہبہ کی ہوئی چیز درج ذیل صورتوں میں واپس نہیں ہوگی۔

(۱) دال = زیادت متصل = اگر موہوب لہ نے موہوب میں اپنی کوئی چیز ملالی ہو تو اس ہبہ کو واپس نہیں کرسکتے ہیں

(۲) میم = موت احدھما = اگر ہبہ کرنیوالا یا جسکو ہبہ کیا جائے دونوں میں سے کوئی ایک مرجائے تو ہبہ کی واپسی جائز نہیں ہوگی۔

(۳) عین = عوض ــــ جس کو ہبہ کیا گیا ہے اگر وہ ہبہ کرنے والا کو ہبہ کا عوض اور معاوضہ دیدے تو ہبہ کی واپسی نہیں ہوسکتی۔

(۴) خا = خروج عین از ملک موہوب ــــ اگر ہبہ موہوب لہ کی ملک سے بیع کردینے کے باعث نکل گیا ہو تو ہبہ کی واپسی جائز نہیں ہوگی۔

(۵) زا = زوجیت ــــ اگر کوئی چیز شوہر بی بی کو یا بی بی شوہر کو ہبہ کرے تو اس کی واپسی درست نہیں ہوگی۔

(۶) قاف = قرابت ــــ اگر کسی نے اپنے ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار) کے لئے ہبہ کردیا ہے تو وہ واپس نہیں ہوسکتی۔

(۷) ھا = ہلاک موہوب ــــ اگر ہبہ کی ہوئی چیز موہوب لہ کے پاس تلف ہوگئی تو ایسی صورت میں بھی ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی جائز نہیں ہے۔ مترجم۔ (ماخوذ از اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۳۳

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس وقت مجلس شریف میں قاضی منہاج الدین حاضر تھے۔ حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا آپ کی طرف لوگ زحمت (یعنی بیماریوں) سے محفوظ اور سلامت ہیں؟۔ اس وقت شہر کے بہت سارے لوگ زحمت (یعنی بیماریوں) میں مبتلا تھے، قاضی منہاج الدین نے جواب دیا کہ زحمت (یعنی بیماریوں) سے تو محفوظ اور مامون ہیں لیکن دوسری زحمتیں (پریشانیاں) لگی ہوئی ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وہ کہاں ختم ہوتی ہیں۔ قبر میں جانے تک باقی رہتی ہیں ؎

زدوست طعنہ زدشمن جفاز گردوں جور

ازیں زیادہ مشقت کدام خواھد بود!

اس کے بعد ارشاد ہوا لقد خلقنا الانسان فی کبد ۝ [1] (بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں پیدا کیا) آدمی ہر وقت رنج و مصیبت میں ہے۔

پھر فرمایا کہ عذاب کی ماہیت (حقیقت) کے بارے میں یہ تحریر دیکھی ہے کہ عذاب ہے کیا؟ اکثر علماء کا قول ہے کہ العذاب مایشاق علی الانسان یعنی جس چیز سے نفس پر بار پڑتا ہو وہی عذاب ہے۔ اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں یہ قول ہے العذاب منع المطلوب۔ عذاب مطلوب کے حاصل نہ ہونے کا نام ہے۔ اس کے بعد فرمایا سب کا ایک ایک مطلوب ہے۔ خواص، عوام، جوان، بوڑھے، امیر، غریب

---

[1] سورۃ البلد پارہ ۳۰

ہر کسی کا ایک نہ ایک مطلوب ہے۔ کوئی بھی خواہش اور مطلوب سے خالی نہیں۔ اور اس کے مطلوب کا ملنا یعنی اس کی خواہش کا پورا ہونا اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہی عذاب ہے ؎

رطب شیرین و دست از نخل کوتاہ
زلال اندر میان و تشنہ محروم!
کس نیست کہ از عشق تو خونابہ نہ زاید
من نیز برانم کہ ہمہ خلق برآں انں

اس کے بعد فرمایا کہ دنیاوی نعمتوں میں سب سے بڑا اور عظیم تر رتبہ بادشاہی کا ہے اور بادشاہوں کو اتنے زیادہ مطلوب (یعنی آرزو اور خواہشات ہیں کہ اتنا کسی کو بھی نہیں)

# مجلس ۳۴

شرف قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ قاضی خاں نے دریافت کیا کنواری لڑکیاں جو انتقال کرتی ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا ان کے متعلق یہ حکم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اس کو عطا فرما دے گا۔ اس دنیا سے بعض عورتیں بغیر شوہر والی گئی ہیں، اور بعض مرد بغیر بیوی والے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کنواری عورتوں کو غیر شادی شدہ مردوں میں سے جس کو چاہے گا دے دے گا۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا جس عورت کے دو شوہر ہوئے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ ارشاد ہوا قیامت کے دن وہ آخری شوہر کے حوالے کی جائے گی۔

خاکسار نے دریافت کیا ام ولد (لونڈیوں کی اولاد) کے بارے میں کیا حکم ہے؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مخدوم نے فرمایا ام ولد جواریہ میں سے ہے۔ قیامت کے دن جو حکم جواریہ کے لئے ہوگا وہی اس کے لئے ہوگا۔

عرض کیا ولدان اور غلمان میں فرق کیا گیا ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا ہاں! فرق کیا گیا ہے۔ ولدان وہ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بہشت میں مومنوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور غلمان کفار کے وہ لڑکے ہیں جو بالغ ہونے سے قبل دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، ان کو بہشت میں مومنوں کی خدمت کے لئے مومنوں کو عطا فرمائیں گے۔ یہ ایک قول کے مطابق ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مشرکوں کے لڑکوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں رہینگے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اعراف میں رہیں گے۔ اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ کفار کے لڑکے جو بلوغ سے قبل دنیا سے رخصت ہوئے ہیں وہ سب اعراف ہی میں رہیں گے۔ لیکن وہ قول جسے اختیار کیا گیا ہے اور زیادہ تر علماء کا اس پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ان لڑکوں کو بہشت میں رکھیں گے۔ اور مومنوں کی خدمت کے لئے ان کو عطا فرمائیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو اعراف کے قائل ہیں انھوں نے اس کی خوب وجہ بیان کی ہے کہ بہشت کے لئے ایمان ضروری ہے اور ایمان سے وہ محروم ہیں، دوزخ کے لئے کفر درکار ہے اور کفر بھی ان کے اندر نہیں۔ اس لئے وہ اعراف میں رہیں گے جہاں نہ بہشت کی راحت ہے اور نہ دوزخ کا عذاب ہے۔

حسام الدین امام ہیبت خان نے دریافت کیا اس حدیث من تواضع الغنی لغنائہ ذھب ثلثان دینہ کا معنی کیا ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا جس نے کسی مالدار کی تواضع اس کی دولت کے سبب کی تو اس کے دین کا دو تہائی حصہ چلا گیا۔ یہاں پر دو ثلث دین کی قید کیوں لگائی گئی اور اس کا کیا فائدہ؟ دو ثلث

دین کی قید کا فائدہ (مطلب) یہ ہے کہ دین کا قیام تین ارکان پر ہے۔ دل۔ زبان اور جوارح جس وقت کوئی تواضع کرے گا اس وقت ہاتھ پاؤں سے تواضع میں مشغول ہوگا۔ زبان مدح وثنا اور معذرت پیش کرنے میں لگ جائے گی اس وجہ سے دو تہائی دین جاتا رہا۔ اور ایک تہائی باقی رہ گیا اور وہ دل ہے۔

اسی درمیان دین کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ دین کس کو کہتے ہیں۔ حضرت **مخدوم** نے فرمایا پیغمبران علیہم السّلام کے فرمان کو قبول کرنا دین ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام کو وحی کہتے ہیں۔ پیغمبروں کے ذریعہ اس وحی کو بیان کرنا دعوت ہے۔ اس کے سامنے گردن جھکانا یعنی اسے تسلیم کرنا اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو شریعت کہتے ہیں۔ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے اور یہ سب جو کچھ میں نے کہا اس کو لازم کرلینا دین ہے۔ جس نے ان سب کو لازم کرلیا یعنی اس کی پابندی کی اس کو کامل کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا دین کامل ہے اور جس کا دین کامل ہے وہ خود بھی کامل ہے۔ اس لئے کہ آدمی کا کمال اس کے دین کے کمال سے ہے اور جس کے دین میں خلل ہے اس کے دین میں نقصان و کمی ہے اور دین کے نقصان کی وجہ سے عقوبت (یعنی پکڑ اور سزا) جائز ہے۔

# مجلسِ۔ ۳۵

آستانۂ عالیہ کی زمین بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ معز الدین نے عرض کیا اگر کوئی شخص کسی ایک مجتہد کے قول پر عمل کرتا ہے اور دوسرے مجتہد کا قول اس مجتہد کے قول کے خلاف ہے تو ایسے موقع میں کیا کرنا چاہئے؟ حضرت **مخدوم** نے فرمایا ایسے موقع میں احتیاط واجب ہے۔ اس طرح عمل کرے کہ دونوں کے قول کی موافقت ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کوئی شخص کسی ایک مجتہد کے قول پر عمل کرتا ہے (یعنی وہ اس مجتہد کا مقلد ہے) تو قیامت کے دن اس (مقلد) کے حق پر ہونے کی دلیل جائز اور صحیح ہوگی جسطرح اس (مقلد) کے حق پر ہونے کیلئے اس (مجتہد) کا قول دلیل ہوگا اسی طرح جائز ہے کہ کل قیامت کے دن دوسرے (مجتہد) کا قول حق پر ہونے کیلئے دلیل ہوگا۔ مثلاً سر کے مسح کو لیجئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے تو ایسی صورت میں احتیاط واجب ہے یعنی (امام اعظم کا مقلد) پورے سر کا مسح کرلے تو دونوں کے قول پر عمل ہو جائے گا۔

اسی دوران شیخ معزالدین نے سوال کیا ہر شخص اپنے اپنے مذہب (عقیدہ) پر عمل کرتا ہے جس نے کسی ایک مذہب (عقیدہ) کو اختیار کر لیا تو جو اس کے مذہب میں ہے اسی پر عمل کرے گا؟ —— ارشاد ہوا کہ اکثر صاحب مذہب اس کے قائل ہیں کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حق تو ایک ہی ہے یوں سمجھئے کہ کسی ایک مذہب کے پیرو کا اعتقاد ہے کہ ہمارا عقیدہ درست ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ احتمال خطا بھی ہے اسی طرح دوسرے مذہب کے بارے میں جانتا ہے کہ خطا ہے لیکن درست ہونے کا احتمال بھی ہے تو ایسی صورت میں احتیاط واجب ہے تو اس طرح عمل کرے کہ دونوں کے قول پر عمل ہو جائے۔ اگر کسی مسئلہ میں قیامت کے دن امام مالک کے قول کے درست ہونے پر حکم ہوا اور امام اعظم نے جو فرمایا وہ صحیح نہ ہو تو (مقلد) اپنی ذمہ داری سے مطلقاً عہدہ برانہ ہوگا۔ پس حقیقتاً ذمہ داری سے اس وقت عہدہ برا ہوگا کہ کل قیامت کے دن شرع کے رو سے اس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور عبادات میں یہ اسی وقت ہوگا کہ وہ (مقلد) اس طرح معمل ہو کہ جملہ اقوال پر اس کا عمل ہو جائے۔

شیخ معزالدین نے پھر عرض کیا بعض جگہ پورے سر کے مسح کو مستحب لکھا ہے۔ اور احتیاط کی بنا پر واجب ہونا لازم آتا ہے۔ ایسی صورت میں واجب لکھنا چاہئے تھا۔ ارشاد ہوا کہ درحقیقت عبادات کے باب میں احتیاط واجب ہے اور یہ ثابت بھی ہے۔ ہر مذہب والے اسی کے قائل ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے مستحب لکھا ہے انہوں نے اپنے مذہب (عقیدہ) کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان کیا ہے کہ میرے مذہب میں پورے سر کا مسح مستحب ہے۔

اس کے بعد عرض کیا ایسا کیوں ہے کہ علمائے دُنیا نے اس (احتیاط) کو ترک کر دیا ہے اور اس کے قریب بھی نہیں جاتے ؟

حضرت مخدوم نے فرمایا علمائے ظاہر کو دین کا غم کہاں ہے۔ ان سے تو یہ غم دین بہت دُور جا چکا ہے۔ وہ تو جاہ و منزلت کے غم میں گرفتار ہیں لیکن مشائخ اور علمائے آخرت کو یہ غم ہر وقت دامنگیر ہے کہ میں نے کیا کیا۔ اور کس طرح کیا - یہ قانون اور یہ طریقہ تو مشائخ کا ہے کہ اس طرح عمل ہو کہ تمام اقوال پر عمل ہو جائے۔

مشائخ کے نزدیک یہاں تک (احتیاط) ہے کہ اگر کوئی وضو کے بعد ذکر (اعضائے تناسل) کو چھو لے تو وضو ساقط ہو جاتا ہے پھر دوبارہ وضو کرنا چاہیئے۔

اس موقع پر خاکسار نے سوال کیا امام کے پیچھے مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں وعید ہے۔ یہاں پر کیا کیا جائے ؟ ارشاد ہوا (مقتدی بھی) سورۂ فاتحہ کی قرأت کرے، مشائخ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں جو وعید آئی ہے کہ من قرا خلف الامام ففی فمہ الکثک (جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کا منہ ترش ہو) احتمال ہے کہ اس قراۃ سے سورۂ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورہ کا ملانا مراد ہو لیکن یقین کے ساتھ یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مطلق قراۃ مراد ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر مجتہد (یعنی امام) کا اپنے اجتہاد پر کام کرنا فرض ہے۔ لیکن احتیاط کے باب میں مجتہد کے لئے بھی یہی ہو گا کہ اس طریقہ پر عمل کرے کہ اس کے اپنے اجتہاد اور دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل ہو جائے۔ ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ انھوں نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا۔ اور دوسرے کے اجتہاد کی پیروی کی۔ اس لئے کہ ان کی نظر شرع کے اس حکم پر ہے کہ احتیاط عبادات کے باب میں واجب ہے اسی نقطۂ نظر سے انہوں نے دونوں اجتہاد کو جمع کیا ہے ایسا نہیں کہ اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا یا دوسرے مجتہد کی تقلید کی ہے۔ (عبادات کے) عمل میں مجتہد

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور غیر مجتہد دونوں برابر ہیں۔

# مجلس ۔ ۳۶

قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے دریافت کیا آج روزا استفتاح ہے اسے استفتاح کیوں کہتے ہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا معتبر کتابوں میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہے ہاں! بطور قصہ لکھتے ہیں کہ کسی شہر میں مریم نامی ایک عورت تھی۔ اس کا لڑکا غائب ہو گیا اور کسی دوسرے شہر کے بادشاہ کی قید میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس کی ماں (یعنی مریم) اپنے بیٹے کی جدائی میں ہر وقت روتی رہتی۔ اس شہر میں ایک بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ وہ عورت اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا حال بیان کیا، اتفاق سے وہ رجب کا مہینہ تھا۔ اس بزرگ نے فرمایا دو تین دن میں پاپندرہویں رجب کو وہ چھوٹ جائے گا، اس دن روزہ رکھنا اور اس دعا کو جسے استفتاح کہتے ہیں پڑھنا۔ عورت نے اپنے گم شدہ لڑکے کی واپسی کی نیت سے ایسا ہی کیا اور اتفاقاً جس وقت اس عورت نے اس دعا کو ختم کیا اسی ساعت اس لڑکے کو رہائی مل گئی۔ اس شہر میں جہاں یہ لڑکا بادشاہ کی قید میں اسیر تھا بادشاہ نے ٹھیک اسی وقت اس کو قید خانہ سے باہر نکالا۔ اور اس نے قید سے رہائی پائی۔ چند دنوں کے بعد اپنی ماں کے پاس حاضر ہوا۔ ماں نے اس سے رہائی کی تاریخ اور وقت کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ پندرہویں رجب تھی اور فلاں وقت تھا۔ اس کی ماں نے کہا میں نے ٹھیک اسی وقت دعا کو مکمل کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس کو روزہ مریم بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ اس قصہ میں اسی طرح آیا ہے لیکن معتبر کتابوں اور حدیثوں میں نگاہ سے نہیں گزرا ہے۔ مشائخ نے اوراد و وظائف کی جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں بھی یہ دعا موجود نہیں ہے۔ مشائخ کی قابل اعتماد کتابوں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوت القلوب ہے اس پر تمام مشائخ کا اعتماد ہے۔ سب کے نزدیک مقبول ہے۔ اس کے مصنف خواجہ ابوطالب مکی ایک دانشمند اور بزرگ گزرے ہیں۔ یہ عہد رسول علیہ السلام سے قریب تھے اسی وجہ سے اس کتاب پر سب کو اعتبار ہے۔ مشائخ نے اوراد کی جو کتاب بھی لکھی ہے اس میں قوت القلوب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ ضرور لکھا ہے کہ یہ دعا قوت القلوب میں موجود ہے اگر کسی کو شبہ ہو تو اس میں دیکھ لے۔ قوت القلوب جیسی معتبر کتاب میں بھی یہ دعا نہیں ہے اور رجب جس میں مواسم کی نمازیں اور دعائیں آئی ہیں اس میں بھی یہ نہیں ہے۔

شب معراج کا ذکر آگیا کہ کس رات میں ہے؟ حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ رجب کی شب ستائیس کو شب معراج ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ اس میں تو اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شب ستائیس نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری رات ہے۔ حضرت **مخدوم** نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ اختلاف ہے لیکن مشہور قول یہی ہے کہ ستائیس کی رات تھی۔ اور اسی قول کو شہرت حاصل ہے۔ جس طرح شب قدر میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اکیسویں کو ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تیئسویں کی رات کو ہے۔ بعض پچیسویں کی رات کے قائل ہیں۔ کوئی شب ستائیس کہتے ہیں اور کچھ لوگ انتیس کو مانتے ہیں۔ لیکن مشہور قول یہی ہے کہ شب ستائیس کو شب قدر ہے۔ اسی قول کو شہرت حاصل ہے ۔

ایں کام و دہن ولب و دنداں کہ تو داری
عیش است ولی تا ز برای کہ مہیاست

**مجلس** میں مفتری (جھوٹی) حدیثوں کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ فن حدیث بڑا مشکل فن ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے ہوئے سات سو برس کا زمانہ گزر گیا۔ حضور نے جس طرح فرمایا ہے اس کو اسی طرح بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جو باتیں کل ہوئی ہیں ان کو اگر آج بیان کیا جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہو جاتا ہے پھر سات سو برس کی بات کو اسی طرح آج کیسے بیان کیا جا سکتا ہے اس دنیا میں کتنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

سارے مذاہب قائم ہو گئے یہ کون جانے۔ ہر شخص اپنی بات کو باوزن بنانے کے لئے اپنی گفتگو اور اپنی عبارت میں "قَالَ رَسُولَ اللّٰہ" لگا دیتا ہے۔ امام ابو یوسف قاضی سے منقول ہے کہ ان کو بارہ ہزار مفتری حدیثیں یاد تھیں۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا دہلی میں ایک محدث آئے تھے وہ کہتے تھے کہ مشکوۃ اور ہدایہ میں مفتری حدیثیں بہت ہیں۔

حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ تفسیر میں ہر سورہ کے پہلے ایک حدیث آئی ہے کہ جو اس سورہ کو پڑھے گا اسے یہ فائدہ ہوگا اس طرح کی حدیثیں مفتری حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مفتری حدیثوں کی شناخت اس طرح ہوتی ہے کہ جو تاثیریں اس کے پڑھنے سے متعلق بیان کی گئی ہیں وہ حاصل نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی سورہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جو اس سورہ کو پڑھے گا اس کی ہزار حاجتیں پوری ہوں گی لیکن ان میں سے ایک بھی پوری نہیں ہوئی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفتری ہے۔ واللہ اعلم۔

**مجلس شریف** میں دل کی سختی کے علاج کا ذکر آگیا۔ حضرت **مخدوم** نے ارشاد فرمایا دل کی سختی کے علاج کے سلسلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قبرستان کی طرف دیکھنا چاہئے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی پہونچے اور سختی دل پر رونے لگے۔ اپنا حال بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا قبرستان کی طرف دیکھا کرو۔ اس لئے جس کو دل کی سختی ہو وہ قبرستان کی طرف دیکھے اور پورے اعتبار کے ساتھ دیکھے (یعنی اس سے عبرت حاصل کرے) جس طرح حیوان دیکھتے ہیں اس طرح نہیں دیکھے ؎ [1] ہر کہ با صورت و بالائے تو اش آتش نیست

حیوان است کہ بالاش بانساں ماند!!

---

[1] ایک مخطوطہ میں یہ شعر قدرے فرق کے ساتھ اس طرح ہے ؎ (باقی اگلے صفحہ میں)

سختی دل کو دور کرنے کی دوسری ترکیب گناہوں کا ترک ہے اس لئے کہ دل کی سختی گناہوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد دل کی نرمی کی تمیز بتائی گئی۔ فرمایا کہ گریہ (رونا) نرمی دل کی علامت ہے اور عبادت میں اگر لذت پیدا ہو تو یہ بھی نرمی دل کی پہچان ہے۔ اگر وعظ اور نصیحت کی باتیں سُنے تو اسے دل میں جگہ دے۔ اور اس پر عمل کرے مخلوق پر شفقت رکھے گناہوں سے ڈرتا ہے اور یہ ساری باتیں نرمی دل کی علامتیں ہیں۔

حضرت شیخ کبیر نجیب الحق والشرع والدین فردوسی علیہ الرحمۃ کے بھانجے سید احمد الدین مجلس شریف میں حاضر تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا دینا بہتر ہے یا نقد روپیہ؟ حضرت مخدوم نے فرمایا نقد دینا بہتر ہے اس لئے کہ محتاجوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی حاجت روائی کے لئے درم و دینار زیادہ نفع بخش ہے۔ جب نقد دیا جائے گا تو وہ اپنی مرضی سے خرچ کریں گے۔ اسی کے برعکس کھانا دینا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سیر ہو اور کھائے نہیں۔ دوسری بات یہ کہ درم نفس کا محبوب اور مقصود ہے اور نفس کا تمام مقصود و مراد درم سے وابستہ ہے ایسی صورت میں نقد دینے سے نفس پر بوجھ پڑیگا نفس کا توڑنا اور اس کی تنبیہہ پورے طور پر حاصل ہوگی۔ اکثر بزرگوں نے مجاہدہ اور ریاضت کے لئے خود کو بدنی عبادت میں لگایا ہے اور جہاں تک ہو سکا بدنی عبادت کی لیکن ان کو کشائش حاصل نہیں ہوئی۔ جب عاجز آ گئے تو اپنے کو مالی عبادت میں لگایا۔ مالی عبادت اختیار کی یعنی لوگوں کو دینا شروع کیا تو ان کو کشائش حاصل ہو گئی ؎

بگیر جامۂ صوفی بیار جامِ شراب
کہ نیک نامی و مستی بہم نیاویزند !!؟

---

ہر کہ باصورت و بالا یتواشں لنفسے نیست
حیوان ست کہ بالاشں بانساں ماند!

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ـ ۳۷

شرفِ زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت مخدوم زیارت کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے خواجہ محمود عوض کے باغ میں آئے۔ ایک درخت کے نیچے چبوترہ تھا وہیں جلوہ افروز ہو گئے۔ جب خواجہ محمود کو خبر ہوئی تو اپنے احباب کے ساتھ اسی وقت یہاں پہونچے اور قدمبوس ہوئے۔ کچھ دیر میں شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے شیخ رستم اور شیخ وحید الدین بھی آگئے۔ اور سرکاری عملوں میں سے چند حکام بھی پہونچ گئے مغرب کی نماز تک یہیں رونق افروز رہے۔ اس روز خاکسار کے گوش قاصر اور فہم رکیک نے جو کچھ سنا ان کو تحریری شکل دے دی۔

حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ کا ذکر آگیا جس کو حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے اس ملفوظ کی ابتدا ہی میں ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی نے پہلے ہی خواجہ معین الدین سے فرمایا کہ میں نے[1] تم کو خدا تک پہونچا دیا۔

خواجہ محمود نے سوال کیا کہ کوئی بزرگ کسی کو خدا تک پہونچا دیں اس قول کا کیا مطلب ہے

---

[1] حضرت عثمان ہارونی رح کے ملفوظ کی عبارت کا اقتباس درج ذیل ہے:-

"دعا گوی مسلمانان فقیر حقیر اضعف عباد اللہ معین الدین حسن سنجری کہ در شہر بغداد در مسجد خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز دولت پابوس خواجہ عثمان ہرونی حاصل آمد مشائخ کبار بخدمت شیخ حاضر بودند ہمیں کہ ایں درویش روی برزمین نہاد بالیستاد فرمود دوگانہ نماز بگزار بگزاردم گفت مستقبل قبلہ نشین بنشستم فرمود کہ سورہ البقر بخواں بخواندم فرمود بیست بار کلمۂ سبحان اللہ بگو بگفتم آنگاہ خود بایستاد و روی سوی آسمان کرد دست من بگرفت کہ بیا ترا بخدائے تعالیٰ رسانیدم۔"

انیس الارواح مطبوعہ ص ۲

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ سب سے پہلے وصول کا معنی جاننا چاہئے۔ گروہ صوفیہ کی اصطلاح میں وصول کسے کہتے ہیں اور لغت کے اعتبار سے کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی کو جاننے کے بعد ہی اس قول کا مفہوم سمجھ میں آسکتا ہے۔ وصول کا لغوی معنی دو جسم یا دو جوہر کا آپس میں ملنا ہے اور یہ بندہ اور خدا کے لئے جائز نہیں۔ گروہ صوفیا کی اصطلاح میں غیر حق سے منقطع ہونے اور حق سے متصل ہونے کو وصول کہتے ہیں دل جس مقدار میں غیر حق سے منقطع ہوگا اسی مقدار میں اللہ سے متصل ہوگا۔ اگر کسی کے دل کی مشغولی اللہ کے ساتھ ہے تو یہ کافی ہے۔ ایسے ہی شخص کو واصل یعنی اللہ تک پہونچا ہوا کہیں گے یعنی غیر اللہ سے الگ ہوکر اللہ سے اس حد تک مل گیا کہ اس کی پوری مشغولیت اللہ کے ساتھ ہوگئی۔ جس کو غیر حق سے منقطع ہونے میں کمال حاصل ہوگا اسی کو اللہ تک پہونچنے میں کمال حاصل ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جس کو انفصال نہیں اس کو اتصال نہیں۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ الوضوء انفصال والصلوٰۃ اتصال غیر حق سے الگ ہوجانا وضو ہے اور اللہ تک پہونچنا نماز ہے ؎

نام سرِ ننگ و نام داریم[1]

در دل غم تو حرام داریم

انفصال اور اتصال کے اس کمال میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں چیزیں آپ کے سامنے پیش کی گئیں لیکن کسی کی طرف نگاہ نہیں کی چونکہ دونوں کو ٹھکرا دیا اس لئے کمال وصل حاصل ہوا ؎

ہیچ مصلح بکوی عشق نہ شد[2]

کون دنیا و آخرت درباخت

---

[1] مخطوطہ میں یہ شعر اس طرح ہے ؎ تا ما سرِ نام و ننگ داریم ٭ در دل غم تو حرام داریم

[2] مخطوطہ میں قدرے فرق ہے ؎

ہیچ مصلح بکوی عشق نہ شد ٭ کو نہ دنیا و آخرت درباخت

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہاں تک کہ شب معراج میں کون و مکاں سے گزر گئے۔ یہ مقام دوسرے انبیاء کرام کو حاصل نہیں ہوا کہ کون و مکاں سے گزارے گئے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر حق کے ساتھ تھوڑی مشغولیت بھی رہتی تو یہ کمالِ وصل حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضور ﷺ کو کمالِ انقطاع حاصل تھا اور یہ کمال کسی دوسرے نبی یا ولی کو حاصل نہیں۔ آپ نے اسی مقام سے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی موسل فرمایا۔

پھر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونیؒ کا یہ فرمان کہ تم کو خدا تک پہونچا دیا اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ نے حضرت خواجہ معین الدین کے دل پر تصرف کیا۔ ان کے دل میں غیر حق کے ساتھ جو تعلق تھا اسے دُور فرما دیا اور اللہ کے ساتھ مشغول کر دیا۔ یہی اللہ تک پہونچانا ہوا۔ اللہ کی مملکت میں اولیا صاحب تصرف ہوتے ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں اللہ کی مملکت میں تصرف کرتے ہیں۔ اللہ کی مملکت میں ان کے لئے تصرف جائز ہے۔ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خواجہ معین الدین کے دل پر اپنی ولایت کی قوت سے تصرف کیا۔ یہاں تک کہ ان کو غیر خدا سے پاک کر کے خدا کے ساتھ مشغول کر دیا۔ اسی کو گردش کہتے ہیں یعنی جو پہلے حالت تھی وہ بدل گئی۔ بت پرست تھا خدا پرست ہو گیا۔ شیطان تھا آدمی بن گیا۔ تانبا تھا سونا ہو گیا اسی طرح اور دوسری صفتیں۔

پیری اور شیخی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مملکت میں تصرف حاصل ہو۔ جس کو یہ صفت حاصل نہیں وہ شیخی کے لائق نہیں۔ کسی کو دنیا دیتے ہیں کسی کو آخرت دیتے ہیں اور کسی کو دونوں دیدیں۔ کسی کو مقبول بنالیں، کسی کو مردود کردیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مملکت میں تصرف ہی تو ہے۔ جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔

یہاں پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ صفت تو خدا کی ہے کہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ بندہ کی یہ صفت نہیں کہ جو چاہے وہ ہو جائے۔ اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہاں تک کہ شب معراج میں کون و مکاں سے گزر گئے۔ یہ مقام دوسرے انبیاء کرام کو حاصل نہیں ہوا کہ کون و مکاں سے گزارے گئے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر حق کے ساتھ تھوڑی مشغولیت بھی رہتی تو یہ کمالِ وصل حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضورؐ کو کمالِ انقطاع حاصل تھا اور یہ کمال کسی دوسرے نبی یا ولی کو حاصل نہیں۔ آپ نے اسی مقام سے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل فرمایا۔

پھر حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونیؒ کا یہ فرمان کہ تم کو خدا تک پہونچا دیا اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ نے حضرت خواجہ معین الدین کے دل پر تصرف کیا۔ ان کے دل میں غیر حق کے ساتھ جو تعلق تھا اسے دُور فرمادیا اور اللہ کے ساتھ مشغول کر دیا۔ یہی اللہ تک پہونچانا ہوا۔ اللہ کی مملکت میں اولیا صاحب تصرف ہوتے ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں اللہ کی مملکت میں تصرف کرتے ہیں۔ اللہ کی مملکت میں اُن کے لئے تصرف جائز ہے۔ شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خواجہ معین الدین کے دل پر اپنی ولایت کی قوت سے تصرف کیا۔ یہاں تک کہ ان کو غیر خدا سے پاک کر کے خدا کے ساتھ مشغول کر دیا۔ اسی کو گردش کہتے ہیں یعنی جو پہلے حالت تھی وہ بدل گئی۔ بت پرست تھا خدا پرست ہوگیا۔ شیطان تھا آدمی بن گیا۔ تانبا تھا سونا ہو گیا اسی طرح اور دوسری صفتیں۔

پیری اور شیخی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی مملکت میں تصرف حاصل ہو۔ جس کو یہ صفت حاصل نہیں وہ شیخی کے لائق نہیں۔ کسی کو دنیا دیتے ہیں کسی کو آخرت دیتے ہیں اور کسی کو دونوں دیدیں۔ کسی کو مقبول بنالیں، کسی کو مردود کردیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مملکت میں تصرف ہی تو ہے۔ جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔

یہاں پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ صفت تو خدا کی ہے کہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ بندہ کی یہ صفت نہیں کہ جو چاہے وہ ہو جائے۔ اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے مراد یہ ہے یہ لوگ وہی چاہتے ہیں جو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے اور اللہ کا ارادہ تو ہو کر رہتا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ لوگ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔

یہاں پر یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اللہ کے ارادے کو کیسے معلوم کر لیتے ہیں۔ اس شبہ کا جواب یہی ہے کہ ان کو جو نورِ ولایت حاصل ہے اسی کے ذریعہ اللہ کے ارادہ کو جانتے ہیں اور پھر اس کے ارادہ کے مطابق کام کرتے ہیں۔ ایسی بات نہیں کہ اپنی مرضی سے جو کچھ چاہیں وہی ہو جائے ؎

ہرگز وجود حاضر و غائب شنیدہٗ
من درمیان جمع و دلم جائے دیگر است

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیطان کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کر۔ اس سلسلہ میں بعض اربابِ معانی مثلاً حضرت عین القضاۃ وغیرہ کہتے ہیں کہ سجدہ کا حکم تو دیا گیا لیکن ارادہ یہ تھا کہ وہ سجدہ نہ کرے۔ شیطان کو اللہ کے ارادہ کی خبر ہو گئی۔ حکم کے خلاف تو کیا لیکن اس کا یہ فعل اللہ کے ارادہ کے مطابق ہوا۔ اگر وہ حکم پر عمل کرتا تو خام کار ہوتا اس لئے کہ محب کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ محبوب کے ارادہ کے خلاف کچھ کرے۔ محبت کا تقاضا اور قانون یہی ہے کہ محب محبوب کے ارادہ کے مطابق کام کرے۔ محبوب کا حکم بھی ہوتا ہے اور اس کا ارادہ بھی ہوتا ہے۔ اگر محبوب نے محب کو اپنے ارادہ کے خلاف حکم دیا اور محب کو یہ معلوم ہو گیا کہ محبوب کے ارادہ حکم کے برعکس ہے تو ایسی صورت میں محبت کا اصول یہ ہے کہ کام ارادہ کے مطابق اور حکم کے خلاف کرے۔ اگر ارادہ کو ترک کیا اور حکم پر عمل کیا تو خام کار رہا ؎

طعنہ[1] حسرت سعدی نہ با انصاف بود
کسی کہ روئے چنیں بیند و حیراں ماند

---

[1] مخطوطہ میں قدرے فرق کے ساتھ یہ شعر اس طرح ہے:

طعنہ سکین سعدی نہ با انصاف بود
کسی کہ روئے چناں بیند و حیراں ماند

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارشاد فرمایا کہ یہاں پر بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت کا معمولی درجہ موافقت ہے اور حکم کے خلاف کرنے سے مخالفت لازم آتی ہے نہ کہ موافقت ۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مخالفت ظاہری مخالفت ہے، معنوی اعتبار سے عین موافق ہے اس لئے کہ محبوب کے ارادہ پہ عمل کرنے کو مخالفت نہیں کہیں گے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر باپ اپنے لڑکے کو یہ کہے کہ میں تمہاری خدمت گزاری سے شرمندہ ہوں۔ آئندہ سے میری خدمت نہ کرنا۔ باپ کے اس حکم کے باوجود لڑکا خدمت کو ترک نہیں کرتا حاضر رہتا ہے اور خدمت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے عاق یعنی نافرمان بیٹا نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ باپ کا ارادہ (خواہش) بیٹے کی خدمت ہے۔ ظاہراً تو بیٹے نے باپ کے حکم کے خلاف کیا ہے لیکن باطناً باپ کے ارادہ کے مطابق رہا۔ ایسی صورت میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے باپ کی نافرمانی کی اور عاق ہو گیا۔

اس کے بعد حیرت و تعجب کے ساتھ فرمایا کہ شیطان کی اس صفت پر جب بزرگوں کی نگاہ جاتی ہے تو حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ اے خدا! یہ کیا معاملہ ہے اس کو کیا کہیں گے کہ اس نے خود کو آخرت سے لگائے رکھا۔ اور محبت کے احکام سے ذرہ برابر بھی تجاوز نہیں کیا ؎

ہر کس غم دین دارد و ہر کس غم دنیا

بعد از غم رویت غم بیہودہ خورانند

محبت کے جتنے احکام مقرر کئے گئے ہیں ان کو جب شیطان کے اندر دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سچے مرید کو شیطان صفت ہونا چاہئے تاکہ اس سے کچھ کارنامہ انجام پا جائے۔ جس طرح اس نے محبوب کے ارادہ کی مخالفت نہیں کی اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اسی طرح مرید کو چاہیئے کہ وہ صادق، بہادر، جانباز اور شیطان صفت ہو تاکہ اس سے کچھ کارنامہ انجام پائے۔ اگر اس نے درمیان میں اپنا وجود دیکھا تو اس سے کیا کام ہوگا؟ لازم ہے کہ محبت کے احکام میں سوئی کے نوک کے برابر بھی غفلت نہیں برتے۔ اس کے بعد دوزخ میں ڈال دیں یا بہشت میں رد کر دیں یا قبول کر لیں اس کو بس یہی چاہئے کہ اپنا کام محبت کے اصول پر کرتا جائے ؎

toobaa-elibrary.blogspot.com

مارا بجز تو در ہمہ عالم عزیز نیست

گر تو کنی بضاعت ما را وگر قبول

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہتے ہیں کہ شیطان کو لعنت پر اتنا ہی فخر ہے جتنا کہ سارے عالم کو اللہ کی رحمت پر فخر ہے لعنت پر فخر صرف اسی کو ہے۔ اور رحمت پر فخر سارے عالم کو ہے۔ اسی بنیاد پر کہتے ہیں کہ لعنت اور رحمت دونوں ہی محب کو محبوب ہے۔ محبوب کی جانب سے محب کو جو کچھ ملے خواہ رحمت ہو یا لعنت اس پر محب کو فخر ہوتا ہے۔ فرق عام ہے۔ جب دونوں محبوب کی جانب سے ہے تو پھر کیا یہ اور کیا وہ۔ اگر لعنت کرتا ہے تو وہی اور رحمت فرماتا ہے تو وہی۔ اگر گالی دے تو وہی اور تعریف کرے تو وہی۔ جو کچھ ہو اسے محبوب کی جانب سے سمجھنا چاہیئے جوتا مارا جائے یا سر پر تاج رکھا جائے۔ سب اسی کی جانب سے سمجھنا چاہیئے۔ محبوب کی نشانی سیاہ کمبل ہو یا تسبیح ہے

ای بیخبراں عقل ندارید کہ ستم

بی فائدہ با ما سخن عقل چہ گوئید

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بازی وہ (شیطان) لے گیا ہے

دوست دارم کہ کسی دوست ندارد جز من

حیف باشد کہ تو در خاطر اغیار آئی!

یہاں پر شیخ رستم نے عرض کیا کہا جاتا ہے کہ خواجہ شبلی کئی بار مخنثوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا امام شبلی کچھ دن غائب ہو گئے تھے، تلاش و جستجو سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کبھی نہیں ملے۔ چند سال کے بعد دیکھا گیا ہے ہاتھوں میں مہندی لگائے آنکھوں میں سرمہ ڈالے، خود کو مخنثوں کے طریقہ پر آراستہ کئے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا...... یا پیر طریقت! آپ یہاں کر رہے ہیں؟ امام شبلی نے کہا میں ظاہری شکل وصورت سے تو مرد ہوں لیکن مردوں کے جو کارنامے ہیں وہ مجھ میں نہیں۔ تو باطن میں نہ میں عورت ہوں اور نہ مرد ہی ہوں اور یہ صفت مخنثوں کی ہے۔ لہٰذا میں اٹھ کر چلا آیا۔ اور مخنثوں میں مل گیا ؎

خاطر بی زہد و توبہ می رفت

عشق آمد و گفت زرق مفروش

مولانا وحید الدین نے سوال کیا وان علیك لعنتی الی یوم الدین (اور بے شک تجھ پر قیامت تک کے لئے میری لعنت ہے) اس میں یوم الدین یعنی قیامت تک کی قید لگائی گئی ہے۔ اس کے بعد کا حکم کیا ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا جو کچھ روز جزا سے وابستہ ہے وہی اس کے بعد بھی رہے گا۔ اس سے مراد یہی ہے کہ اس پر ہمیشہ لعنت ہوتی رہے گی۔ اور امام زاہد کی تفسیر میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

قاضی اشرف الدین نے دریافت کیا کہ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اس نے جو کچھ مجھے حکم دیا میں نے تیس سال تک اس پر عمل کیا اب یہ حال ہے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ کرتا ہے۔ اس قول کے کیا معنی ہیں اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا! جو اللہ کے اوامر کی اطاعت کرتا ہے اور نواہی سے محفوظ رہتا ہے اس کے لئے رضا (خوشنودی) کا وعدہ ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوا وہ اللہ کے کرم سے ان احکام کو قبول کرتا ہے اور جس سے اللہ راضی نہیں وہ اس کے احکام کو قبول کرتا ایسے شخص کو نقصان اور تردد ہے۔ اور یہ سب جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے اسی لئے کہا ہے کہ میں جو کہتا ہوں وہ کرتا ہے اور اوفوا بعھدی اوف بعھدکم[1] (اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا) کی ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے جو ابھی بیان ہوا ہے اس جملہ

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۱

مَن کان اللہ کان اللہ لہٗ کا معنی بھی یہی ہے ؎

روشنت گردد ایں حدیث چو روز

گرچہ سعدی شبے بہ پیمائی

اس کے بعد فرمایا کہ اے بھائی ! اس گروہ کی دولت و نعمت ایسی ہے کہ وہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی اور شعر پڑھا ؎

حدیث شوق گر صد سال گویند

بناید گفت حرفی از کتابی !

قاضی منہاج الدین اپنے لڑکوں کو لے کر حضرت **مخدوم** کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے ۔ حضرت **مخدوم** نے اپنے دستِ مبارک سے سب کو کلاہ پہنائی ۔

**خاکسار** نے سوال کیا جب یہ دونوں بچے بڑے ہو جائیں گے تو پھر بیعت کریں گے اور مُرید ہوں گے ۔ یہی کافی ہوگا یا نہیں ؟

حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ نہیں ۔ یہ ابھی مکلف و مختار نہیں ہیں ۔ اور اس کلاہ کی حیثیت تبرک کی ہے ۔ ان بچوں میں رحمت و برکت کی زیادتی مقصود ہے ۔ اگر بعد میں اس کو اختیار کرلیا اور اسی پر قائم رہے تو اس وقت یہی کافی ہوگا ۔ جس طرح ابھی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے پیر سے پایا ہے اسی طرح مکلف و مختار ہونے کے بعد بھی کہیں کہ ہم نے اپنے پیر سے یہی پایا ہے ۔

# مجلسؒ ۔ ۳۸

حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ۔ حضرت **مخدوم** لیٹے ہوئے تھے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاضرین میں سے ایک شخص کھڑے ہو کر پنکھا جھل رہے تھے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کچھ روز تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ باد کے لئے کوئی الگ جگہ ہے لیکن ایسی بات نہیں۔ اب کتابوں میں دیکھا کہ یہی ہوا جو متحرک ہے وہ باد ہے اور اگر ساکن ہے تو ہوا ہے۔ لیکن اپنی انتہائی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی ہے۔

**مجلس شریف** میں اولیاء کی نظر کا تذکرہ آگیا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اولیاء کی نظر مشرق سے مغرب تک بلکہ ساتوں آسمان، زمین، عرش، کرسی اور تحت الثری تک دیکھتی ہے ان کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے پوشیدہ ہوتی تو یہ بھی ممکن تھا کہ ان سالکین کے علم سے پوشیدہ ہوتی۔ اسی طرح تمام چیزوں میں جتنی چیزیں سننے کی ہیں وہ سب یہ سنتے ہیں۔ جتنی چیزیں دیکھنے کی ہیں ان سب کو یہ دیکھتے ہیں جہاں تک معلومات کا تعلق ہے وہ سب ان کے علم میں ہوتی ہیں۔ اسی بنیاد پر کہتے ہیں کہ پیروں کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ تمام ممالک پر تصرف کر سکے۔ یعنی رات اور دن میں جو کچھ عالم ظہور میں آتا ہے اس کا علم ان کو دیا گیا ہے ؎

صوفی اندر کبود پوشی نیست
صوفی آنست کہ با صفا باشد

مولانا حسام الدین امام ہیبت خاں نے عرض کیا اس نظر سے روحانی نظر مراد ہے؟

حضرت مخدوم نے فرمایا ہاں! صوفیا اسی کو بصیرت کہتے ہیں۔ روح کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس کی نظر سے دونوں جہان کی کوئی چیز غائب نہیں ہے اگر یہ بات اس میں نہیں ہے تو اس کی روح کی صفت مغلوب ہے اس لئے کہ روح کی صفت نور وضیا یعنی روشنی ہی روشنی ہے اور نفس کی صفت ظلمت و تاریکی ہے جب نفس کی تاریکی غالب ہوتی ہے تو روح کی تابش وضیا مغلوب ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے نہیں دیکھتا اور اگر کوئی اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

ظلمت و تاریکی کو اپنے اندر سے دور کرے تو روح کی تابش اور اس کا نور ظاہر ہو جائے پھر کوئی چیز اس کی نظر سے غائب نہیں رہتی۔ روح میں ایسی صفت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عالم اجسام کی کوئی چیز کشف روح کے لئے حجاب نہیں بنتی اندر باہر یعنی ظاہر و باطن، قرب و بعید سب اس کے نزدیک ایک ہے ؎

میان من و تو چہ جائے میان است
میان من و تو میان درنہ گنجد

مجلس شریف میں تذکرہ آگیا کہ اس زمانہ میں مریدوں کو جلد کشائش نہیں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کشائش جلد نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ قانون پر عمل نہیں ہوتا اس وقت اصول ختم ہے اس دستور اور قانون پر جیسا عمل ہونا چاہیئے نہیں کرتے۔ اور یہ کمی مریدوں کی جانب سے ہے یا پیروں کی جانب سے یا دونوں طرف سے۔ اسی وجہ سے کام درست نہیں ہوتا۔ پیر کیلئے بھی شرائط اور قانون ہیں۔ اور مریدوں کیلئے بھی شرائط و قانون ہیں۔ اگر جانبین میں سے کسی جانب بھی قوانین و شرائط میں فرق پڑتا ہے تو اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھتے کہ واتوا البیوت من ابوابہا (اور گھروں میں اس کے دروازوں سے آؤ) کا حکم ہے[1] یعنی یہ خداوند تعالیٰ کیطرف سے تعلیم دیگئی ہے کہ تمام کاموں میں دروازہ کی راہ سے داخل ہونا چاہئے۔ اگر کوئی اس گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے تو دروازہ سے داخل ہوگا نہ کسی دوسری راہ سے اگر دوسری راہ سے داخل ہوتا ہے تو یہ قانون عقل کے خلاف ہے۔

اسی درمیان کسی نے پوچھا یا مخدوم! کیا مرید کا صرف یہی کام ہے کہ وہ پیر کے اشارہ پر چلے؟ حضرت شیخ مخدوم نے فرمایا کہ مرید کے لئے یہی قانون اور شرط ہے کہ وہ پیر کے حکم پر عمل کرے۔ اس لئے کہ پیر کے حکم کے سلسلہ میں الارادۃ ترک الارادۃ کی بات کہی گئی ہے۔ ارادت کیا ہے؟ دین اور دنیا دونوں میں پیر کے ارادہ پر اپنے ارادہ کو

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ایک

ترک کر دینا ہی ارادت ہے۔ اپنے ارادہ سے کوئی حرکت و سکنت نہ کرے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ کہ اگر پیر مُرید کو فرض اور واجب کے ترک کا حکم دیتا ہے اور مُرید کے دل میں یہ خدشہ گزرتا ہے کہ میں فرض اور واجب کو کیسے ترک کروں تو وہ قانون (کے دائرہ) سے باہر ہوگیا اور اعتراض کی حد میں داخل ہوگیا۔ ارادت میں اعتراض کہاں؟ ولا ارادۃ مع الاعتراض

عاقلاں از بلا بپرہیزند

مذہب عاشقاں دگر باشد

اس زمانہ میں کچھ لوگ جب پیر سے کوئی بات سُنتے ہیں یا ان کو کچھ کرتے دیکھتے ہیں تو اس قدر بحث کرتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں اور کتابوں سے اس روایت کی سند مانگتے ہیں کہ کیا ایسا کہیں آیا ہے تو ایسی صورت میں کام کیسے بنے گا۔

خاکسار نے دریافت کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ (پیران) فرض اور واجب کے ترک کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں حکم دیتے ہیں اس لئے کہ یہ حضرات طبیب ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ کس چیز سے آرام ملے گا اس لئے اسی کا حکم دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ زہر کھانے سے جان کی ہلاکت ہے اسی طرح فرض کا ترک کرنا دین کی ہلاکت ہے اور طبیب اکثر پرہیز سے بھی علاج کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ حضرات اکثر اوقات فرض و واجب کے ترک سے علاج کرتے ہیں ؎

ازاں شاہد کہ در اندیشۂ ماست

نباشد زاہدے در شہر معصوم

حسام الدین مذکور نے عرض کیا اگر کسی شخص نے کسی کا کھانا غصب کر لیا (یعنی زبردستی لے لیا) اور اسے کھالیا تو کھانے کا یہ فعل حرام ہوا لیکن جو چیز کھائی گئی اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وہ چیز (جو کھائی گئی) حرام نہیں ہے لیکن وہ کھانا غیر کی ملک ہے (یعنی اس کا مالک کوئی دوسرا ہے) اس لئے حرام ہو جائے گا۔ اس کے باوجود

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھالیا تو کھانے کا تاوان لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اس چیز کو (بلا اجازت) کھا لینے سے وہ ہلاک ہوگیا (یعنی نقصان میں پڑگیا)۔ ہاں! اگر اس نے اپنی طرف سے قیمت ادا کردی تو کہتے ہیں کہ (قیمت کی) ادائیگی کے سبب ملکیت ثابت ہوجاتی اور اس وقت حلال ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا ایک متعلم کہتے تھے کہ مولانا وحید الدین مکی کی مجلس میں یہ روایت ملی کہ مومن کے حلق میں حرام چیز نہیں جاتی۔ یہاں پر مولانا کی مجلس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ اگر کسی غیر کی ملک کو غصب کر کے کھالیا تو ایسی صورت میں یہ روایت (کہ مومن کے حلق میں حرام چیز داخل نہیں ہوتی) ٹوٹ جاتی ہے۔ اس شبہ کا یہ جواب دیا گیا کہ اس نے غیر کے مال کو کھالیا اور غصب کی ہوئی چیز کو خرچ کردیا تو اس پر تاوان (قیمت) کی ذمہ داری لازم آئے گی۔ اور جب اس پر خسارہ (یعنی قیمت) لازم آگیا تو غصب (کا الزام) اس سے ختم ہوگیا۔ اس کو مال کا غاصب نہیں کہیں گے۔ کیونکہ (تاوان کی ادائیگی) سے وہ چیز غاصب کی ملک ہوگی اس لئے اس کو غاصب کہنا درست نہیں ہے۔ فکانہ اشتری فاکل گویا اس نے خرید کر کھایا اس مثال سے حلال ہوجاتا ہے اگر دنیا میں قیمت ادا کردی تو ٹھیک ہے ورنہ آخرت میں معاوضہ دینا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کتابوں میں یہ روایت دیکھی ہے کہ اگر کسی نے کسی کا درم[1] و دینار زبردستی چھین لیا اس کے بعد اس رقم سے کوئی چیز (خرید کر) کھاتا ہے مثلاً قصاب کے پاس گیا کہ مجھے دس چیتل[2] کا گوشت دے دو۔ اس وقت یہ چاہئے کہ پہلے قصاب سے گوشت لے لے پھر گوشت لینے کے بعد ہی وہ دس چیتل جو کسی سے زبردستی چھین کر لیا ہے قصاب کو دیدے روایت یہ ہے کہ وہ گوشت حلال ہے حرام نہیں ہے اس لئے کہ وہ فروخت شدہ چیز اپنے قبضہ

---

[1] درم = ساڑھے تین ماشے کا چاندی کا ایک سکہ۔
دینار = ساڑھے تین ماشے کا سونے کا ایک سکہ۔

[2] چیتل = تانبے کا ایک سکہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں لینے کے بعد اسکی قیمت خریدار کے ذمہ ثابت ہو گئی اسکے بعد جس طرح کی بھی رقم ہے دیدے۔ لیکن اگر اسنے دش چیتل پہلے ہی دیدیا اور کہا کہ اس رقم کا گوشت دیدو تو وہ گوشت ایسی صورت میں حرام ہو جاتا ہے؟

حسام الدین مذکور نے عرض کیا قیمت پہلے دی جائے یا بعد اس سے کیا اثر پڑیگا؟

ارشاد ہوا کہ اگر گوشت اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد رقم دیتا ہے تو وہ اس کی قیمت ادا کرتا ہے جو اسکے ذمہ واجب ہو گئی تھی۔ خریدی ہوئی چیز اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد اسکی قیمت خریدار کے اوپر ثابت ہو جاتی ہے کہ جیسے ہی اس نے قبضہ میں لیا قیمت لازم ہو گئی۔ جس صورت میں بھی جو قیمت ادا کرنی ہے اب اس ادا کی ہوئی رقم میں جھگڑا ہو سکتا ہے کہ حلال رقم سے ادائیگی کی گئی یا حرام سے لیکن اگر گوشت لینے سے پہلے رقم دے دیتا ہے تو یہ مبادلہ ہے۔ گوشت اس رقم کا بدل ہو جائے گا اور بدل کیلئے وہی حکم ہے جو بدلہ میں دینے والی چیز کا ہے چونکہ وہ رقم حرام ہے اس لئے گوشت بھی حرام ہو گا۔

[ نوٹ:۔ پہلی صورت ادھار یعنی قرض کی ہو گی اسلئے ایسی صورت میں گوشت حلال ہو گا۔ اب اس قرض کو جس طرح کی رقم سے بھی ادا کیا جائے دوسری صورت نقد کی ہے اور مبادلہ کی ہے اس لئے جو رقم دی جا رہی ہے وہ حرام ہے اس لئے گوشت بھی حرام ہو گا۔ مترجم ]

اسکے بعد حضرت مخدوم نے حاضرین مجلس کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خرید و فروخت میں اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ پہلے چیز لے لیں۔ اسکے بعد قیمت ادا کریں۔ اگرچہ وہ رقم حرام نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ مشتبہ ہو۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ ایسا ہی کریں اور تین بار حاضرین کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ خرید و فروخت میں اس قاعدہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔

# مجلس ۳۹

قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ شہر کے بہت سارے لوگ پہلی تاریخ کی مبارکباد کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ قاضی حسان نے عرض کیا چھ روز کے متعین کرنیکا مفہوم کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں "فی ستۃ ایام" آیا ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نظر نہیں آیا ہے۔ میں نے خود اس کو تفسیروں میں تلاش کیا مگر کہیں نہیں ملا۔ ہاں! تفسیر امام زاہد میں لکھا ہے کہ یہ متبعین کی تعلیم کے لئے ہے لیکن اس سے پوری تشفی نہیں ہوئی اس لئے کہ یہ مفہوم تو ایک ساعت یا ایک دن سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ چشم زدن میں پیدا کر دینے پر قادر بھی ہے اور یہ متعین کی تعلیم کے لئے کافی ہوتا کہ ایک دن یا ایک ساعت میں پیدا کر دیتا۔ لیکن چھ روز میں پیدا کیا اس میں کیا حکمت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قاضی منہاج الدین کے یہاں سے تفسیر کبیر مطالعہ کے لئے منگوائی تھی۔ پہلی جلد کا مطالعہ شروع کیا۔ اب کیا پڑھیں۔ ہر دلیل پر ایک شبہ کسی نہ کسی طرح پیدا کیا گیا ہے اور ہر شبہ کا جواب مختلف طریقہ پر دیا گیا ہے اور پھر ہر جواب پر کسی نہ کسی طرح کا سوال اٹھایا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اتنی ساری بحثیں میرے جیسے آدمی کے لئے یاد رکھنی مشکل ہیں۔ تھوڑا سا مطالعہ کیا اور واپس کر دیا۔ ہاں! تفسیر امام زاہد ایک عجیب تفسیر ہے۔ دین کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے امام زاہد نے اس تفسیر میں سب کچھ بیان کر دیا ہے کچھ چھوڑا نہیں ہے اور نہ بہت طویل کیا ہے جو طبیعت پر بوجھ بنے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ قاضی[1] ارول قاضی بدرالدین ایک روز یہاں آئے تھے کہہ رہے تھے کہ مولانا شمس[2] الدین یحییٰ کے سامنے سبق دینے کے وقت جب کوئی آیت آجاتی اور اس کی تفسیر کی ضرورت ہوتی تو اس کے باوجود کہ ان کے پاس عربی کی بہت ساری تفسیریں موجود تھیں پھر بھی اس خادم کو تفسیر امام زاہد لانے کا حکم دیتا دوسری جلد یا تیسری جلد جو

---

[1] ارول۔ یہ بہار شریف سے تقریباً ۵۰-۵۵ میل کی دوری پر جہان آباد ضلع میں ہے۔ سون ندی کے کنارے جہان آباد ضلع اور آرہ ضلع کے سرحد پر واقع ہے۔ یہ ہمیشہ سے مردم خیز بستی رہی ہے۔

[2] مولانا شمس الدین یحییٰ بہت بڑے بزرگ، اوصاف حمیدہ سے متصف اور اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم تھے آپ کے تبحر علمی کی شہرت اس درجہ پہونچ چکی تھی کہ شہر کے بڑے بڑے استاد آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا فخر سمجھتے۔ حضرت نصیر الدین محمودؒ نے بھی ابتدائی تعلیم آپ سے حاصل کی۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ خلافت نامہ جو عربی زبان میں ہے سیر الاولیاء میں موجود ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکم ہوتا حاضر کرتا۔ مولانا اس کو مطالعہ فرماتے۔ ہر بار میرے دل میں یہ خیال آتا کہ عربی میں اتنی تفسیریں موجود ہیں پھر بھی مولانا تفسیر امام زاہدی کیوں منگواتے ہیں جو فارسی میں ہے۔ ایک دن موقع پاکر میں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ حضرت! آپ کے پاس عربی میں اتنی ساری تفسیریں موجود ہیں پھر بھی فارسی کی اس تفسیر کی طرف کیوں رجوع فرماتے ہیں۔ آخر اس میں کون سی بات ہے۔ مولانا شمس الدین نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ صحیح ہے کہ عربی کی تفسیروں میں بہت زیادہ فصاحت، بے انتہا بلاغت اور بے شمار معانی ہیں لیکن جو لذت اور شیرینی فارسی کی اس تفسیر میں ہے کسی دوسری تفسیر میں مجھے نہیں ملی۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت امام زاہد نے یہ اس تفسیر کا مسودہ مکمل کیا تو چند روز تک گھر ہی میں رکھا۔ شاگردوں اور احباب میں سے ہر شخص نے کہا کہ حضرت اس مسودہ کو باہر لاتے تاکہ ہم لوگ اس کو صاف کر لیتے۔ لیکن آپ نے کسی کو نہیں دیا اس کے بعد جب اصرار بہت بڑھ گیا تو ایک روز باہر لائے اس وقت بغداد میں تھے۔ ایک عزیز سے کہا یہ چاروں جلد لے جاؤ اور دجلہ میں ڈال دو۔ جب وہ عزیز ان چاروں جلدوں کو لے کر باہر آئے تو اور دوسرے عزیز ان کے پیچھے پیچھے باہر آئے۔ اور ان سے کہا کہ ان کتابوں کو دجلہ میں ہرگز نہ ڈالنا۔ معلوم نہیں۔ حضرت نے کس حال اور کیفیت میں ایسی بات کہی ہے۔ دجلہ میں ڈالنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس کو ہم لوگ کہیں رکھ دیں۔ اور اس عزیز کو سمجھا دیا کہ اگر حضرت پوچھیں تو کہہ دینا کہ ہاں ڈال دیا ہے۔ دوسرے دن جب حضرت نے اس عزیز سے دریافت کیا کہ ڈال دیا؟ انہوں نے کہا جی ہاں! ڈال دیا پھر حضرت نے پوچھا کہ اس وقت تم نے کیا دیکھا؟ کہا۔ کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے نہیں ڈالا ہے جاؤ اور ڈال دو۔ اب عزیزوں نے کہا اس میں ضرور کچھ مصلحت ہے۔ وہ عزیز گیا۔ اور چاروں جلدوں کو دجلہ میں ڈال دیا۔ دیکھا کہ پانی درمیان سے ہٹ گیا۔ ایک صندوق نکلا۔ وہ چاروں جلدیں اس صندوق میں چلی گئیں، پانی جیسے پہلے تھا اسی طرح مل گیا۔ وہ عزیز واپس آکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا تو نے کیا کیا؟ کہا میں نے ڈال دیا۔ آپ نے کہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس وقت کیا دیکھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب میں نے دجلہ میں ڈالا تو دیکھا کہ پانی درمیان سے ہٹ گیا ایک صندوق نمودار ہوا چاروں جلدیں اس صندوق میں چلی گئیں اور پانی پہلے کی طرح مل گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب تم نے ڈال دیا۔ وہ دن اسی طرح گزر گیا۔ دوسرے دن صبح سویرے اسی عزیز کو بلایا اور کہا جاؤ۔ ان چاروں جلدوں کو لے آؤ۔ وہ عزیز گئے۔ دیکھا کہ دجلہ کے کنارے چاروں جلدیں رکھی ہیں۔ اُٹھالیا اور لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو جگہ جگہ نشان لگا ہوا تھا۔ عزیزوں سے فرمایا کہ جہاں جہاں نشان لگا ہے اس کو نقل نہ کیجئے اور جہاں نشان نہیں لگا ہے اس کو نقل کر لیجئے —— عزیزوں کے لئے یہ واقعہ ایک معمہ بن گیا۔ سب جمع ہوئے اور دریافت کیا کہ حضرت یہ واقعہ ہم لوگوں کے لئے ایک مسئلہ بن گیا ہے، یہ سب جو کچھ ہوا اگر اس کی حقیقت اور راز کا انکشاف کر دیا جائے تو ہم لوگوں کے دل سے یہ کھٹک دور ہو جائے۔ حضرت کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا اچھا تم لوگوں سے کہہ دیتا ہوں۔ جب میں نے اس کتاب کا مسودہ مکمل کیا تو بھائی خضر کے پاس بھیج دیا اور ان سے درخواست کی کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو اپنی چشم مبارک سے دیکھ لیجئے۔ جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہاں نشان لگا دیا۔ یہ نشان جو تم دیکھ رہے ہو حضرت خضر نے لگایا ہے۔

حضرت صبح دم نے اس موقع پر فرمایا کہ اس کتاب کی مقبولیت اور شیرینی کی یہی وجہ ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جہاں کوئی مشکل آیت آگئی ہے وہاں امام زاہد نے اس کی تفسیر اس طرح شروع کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر مشکل ہے اور ہر شخص نے اس آیت سے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ اس میں غلطی کی ہے جو شرع کے اصول و قانون سے باہر ہے۔ سب سے پہلے میں نے ان غلطیوں کو نکال دیا ہے تاکہ صحیح تفسیر معلوم ہو جائے۔ ایک ایک کر کے ان تمام غلطیوں کی نشاندہی کر دی ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ یہ غلط ہے اور یہ غلط نہیں ہے۔ ہاں! جو میں لکھ رہا ہوں وہ صحیح اور اعتقاد کے لائق ہے اور اس کے ذیل میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ تم اس پر اعتقاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

رکھو۔ تمہارے اعتقاد کی ضمانت قیامت کے دن میں ہوں۔

حاضرین مجلس نے عرض کیا مخدوم! وہ غلطیاں جنہیں امام زاہد نے ظاہر فرمائی ہیں کچھ بیان کی جائیں۔ تاکہ ہم لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے ـــــ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بہت ہیں ـــــ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قصوں میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متبنیٰ زید[1] کی بیوی زینب سے عشق ہو گیا تھا اور یہ عشق دل میں پوشیدہ تھا۔ زینب چونکہ اپنے قوم کی شریف زادی تھیں اور بے حد حسین وجمیل تھیں اور زید غلاموں میں سے تھے اس لئے وہ اُن کے آگے جھکتی نہیں تھیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے نفرت تھی۔ زید بار بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے کہ زینب میرے ساتھ موافقت نہیں کرتی۔ دشمنی اور نفرت میں مبتلا رہتی ہے حکم دیا جائے تاکہ میں طلاق دے دوں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل سے چاہتے تھے کہ زید طلاق دے دیں لیکن زبان سے کہتے تھے کہ طلاق نہ دو۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اب یہی دیکھئے کہ تفسیروں میں اس طرح کی باتیں لکھ دی گئی ہیں۔ کسی غیر کی عورت سے عشق رکھنا جب ہمارے اور تمہارے لئے حرام ہے تو پھر پیغمبروں کے لئے ایسا گمان کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سب کے سردار ہیں ان کے حق میں کون ایسا گمان کر سکتا ہے۔ (دوسری بات یہ کہ) دل سے چاہتے تھے کہ طلاق دے دیں لیکن زبان سے کہتے تھے کہ طلاق نہ دو۔ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ دل میں کچھ رکھنا اور زبان سے کچھ کہنا نفاق ہے۔ اور یہ جب ہمارے تمہارے لئے جائز نہیں تو پیغمبروں

---

[1] اس واقعہ کو حضرت مخدوم حسن دائم جشن ابن حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی رح نے اپنی تصنیفات کاشف الاسرار شرح حضرات خمس (ص ۵۵) اور لطائف المعانی (ص ۱۶) میں بہت ہی عالمانہ نکات کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور کاشف الاسرار (ص ۵۶) کے حاشیہ پر مولوی عبدالرحیم صاحب کا ایک لوٹا "خوانِ پُر نعمت" کی عبارت کے ساتھ موجود ہے۔ مسترجم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لئے کب جائز ہوسکتا ہے۔ اس طرح کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور اس واقعہ سے متعلق لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے[1] واللہ مبدیہ یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائے گا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ اور حضور کے دل میں یہ تھا کہ ایام جاہلیت میں متبنیٰ کی بیوی سے نکاح حرام تھا جس طرح صلبی بیٹے کی زوجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کردیا تھا کہ میں اس قانون کو خاص آپ کے لئے منسوخ کردوں گا۔ زید اپنی زوجہ زینب کو طلاق دیں گے۔ اور ان کو یعنی زینب کو آپ کے لئے حلال کردیں گے۔ یہ حکم خاص میرے لئے منسوخ ہوگا" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہی بات تھی۔ وہ بات نہیں تھی جو قصہ میں کہی گئی کہ حضور زینب کا عشق اپنے دل میں رکھتے تھے اور نہ یہ بات تھی کہ زید کے طلاق دینے کی خواہش دل میں تھی اور زبان سے فرماتے تھے کہ طلاق مت دو۔ حاشا وکلا۔ یہ سراسر غلط ہے۔

اور بھی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چالیس دنوں تک سلطنت کے زوال میں مبتلا رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی زوجہ ایک بت گھر میں لے آئی تھیں اور چالیس دنوں تک اس کی پرستش کرتی رہیں۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ جب ہمارے اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ کافرہ بیوی کو گھر میں رکھیں تو پیغمبر کی بیوی جو بت پرستی کی وجہ سے کافرہ ہوگئیں۔ پیغمبر کے لئے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ اس کافرہ بیوی کو گھر میں رکھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی کی عورت اپنے گھر میں کوئی برا کام کرتی ہے اور شوہر اس کی خبر نہیں رکھتا تو یکون فاسقا (وہ فاسق ہوگیا) اور سلیمان علیہ السلام اپنی اہلیہ کے حال سے بے خبر رہے۔ اگر کسی پیغمبر کی اہلیہ نے بت پرستی کی تو ضرور ان کو خبر کردی جاتی۔ اس لئے یہ بھی غلط ہے۔ تفسیروں میں اس طرح کی بہت ساری

---

[1] پارہ ۲۲۔ سورۂ الاحزاب آیت نمبر ۳۷ اسی واقعہ سے متعلق ہے اور اس میں "ما اللہ مبدیہ" کا جملہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غلطیاں ہیں۔

ایک اور غلطی دیکھئے۔ کہا جاتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی نگاہ اوریا کی بیوی پر پڑ گئی اس کا خیال ان کے دل میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اوریا کو ایسی جگہ بھیج دیا جہاں وہ قتل کر دیا جائے تاکہ اس کی بیوی سے اپنا نکاح کر لیں سمجھ لیجئے کہ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ جب ہمارے اور تمہارے لئے حرام ہے کہ کسی کو ایسی جگہ بھیج دیں جہاں وہ مارا جائے تو خدا کے پیغمبر کے لئے یہ کب جائز ہو سکتا ہے اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ سب اور اس طرح کی دوسری غلطیاں جو مشکل آیات جیسے تفسیر کے سلسلہ میں آئی ہیں امام زاہد نے نکال دی ہیں۔ اور جو صحیح ہیں اور اعتقاد کے لائق ہیں ان کو اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

# مجلس۔ ۴۰

حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ مولانا کریم الدین نے عرض کیا ایک دانشور دیوانہ صفت تھے وہ برابر مولانا قیام الدین کے پاس آتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "دنیا کی زیادتی آخرت کا نقصان ہے" ایک بار میں نے اس حدیث کا مفہوم مولانا قیام الدین سے دریافت کیا اور کہا کیا یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے؟ مولانا قیام الدین نے جواب دیا کہ ارے وہ دیوانہ صفت ہے اس کی باتوں کا کیا اعتبار۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر یہ حدیث ہے تو میں اس کا مفہوم یہ لوں کہ اگر کوئی ضرورت کے مطابق دنیا رکھتا ہے اور ضرورت سے زیادہ کی طلب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا ہے تو جس مقدار میں زیادہ کی طلب کی اسی مقدار آخرت کے کاموں کو نہیں کر سکا لہٰذا آخرت کا نقصان ہوا۔

پھر سوال کیا اگر کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے اور (جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے زیادہ کی) کچھ طلب نہیں رکھتا ہے تو ایسی صورت میں کیا کہیں گے؟

حضرت مخدومؒ نے جواب دیا کہ یہاں پر بھی اسی طریقہ پر جواب دیں گے کہ ضرورت سے زیادہ مال جو اس کے پاس موجود ہے اس سے وہ نفع اُٹھائے گا اور عیش و آرام کرے گا۔ ایسی صورت میں جتنی دیر نفع اُٹھانے اور عیش و آرام میں گزارا اتنی دیر آخرت کے کام سے الگ رہا۔ لہٰذا دنیا کی زیادتی نقصان آخرت کا سبب بنی۔

خاکسار نے دریافت کیا کہ (کہ اس مال سے) نفع حاصل نہیں کرتا صرف اس کے پاس موجود ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوا کہ اس نے جو اپنے پاس موجود رکھا ہے وہ وجاہت یعنی آرائش وزیبائش کی نیت سے رکھا ہے یا (ضرورت کے وقت) خرچ کرنے کی نیت سے۔ اگر اظہار آرائش وزیبائش کی نیت سے رکھا ہے تو وہی حکم لاگو ہوگا جو میں نے پہلے کہا لیکن اگر خرچ کرنے کی نیت سے رکھا ہے اور خرچ کرنے کی ضرورت آئی یعنی اس کا موقع آیا کہ خرچ کیا جائے تو مصرف لینا چاہئے۔ یہ نیت لائقِ تحسین ہے۔

مجلس شریف میں مرفوع القلم (جو قابل بازپرس نہ ہو) کا تذکرہ آگیا۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ حدیث میں لفظ رفع آیا ہے۔ اور بعض جگہ عتقا اللہ آیا ہے یعنی اہل باب الثمانین عتقا اللہ تعالیٰ (صاحبان قدر اللہ کے نزدیک آزاد کئے ہوئے ہیں) اس کا تعلق روایت سے ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ روایت میں کیا کیا آیا ہے۔ وہ گزشتہ گناہوں سے آزاد ہوں۔ یا جو گناہ آئندہ کریں گے اس سے آزاد ہیں یا مطلقاً ہر گناہ سے آزاد ہیں۔ یہ تو روایت سے متعلق ہے۔

مجلس شریف میں سید وحید الدینؒ کا تذکرہ آگیا۔ مولانا کریم الدین نے دریافت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا کہ یہ سید جو حضرت مخدوم کی خدمت میں آیا کرتے ہیں کون ہیں ؟۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجا ہیں۔ اور شیخ[2] علاء الدین جیوری کے صاحبزادہ ہیں سید علاء الدین ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ جملہ اصناف علوم پر عبور رکھتے تھے۔ صاحب سجادہ بھی تھے۔ اور صحیح النسب بھی۔ ہمارے شیخ (نجیب الدین فردوسی) نے ان سے (یعنی سید علاء الدین سے) تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔ سید علاء الدین نے پورے ہفتہ کو درس کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔ مثلاً ایک روز فقہ کا سبق دیتے، ایک روز علم نحو و منطق سکھاتے، ایک روز اصول و علم کلام پڑھاتے۔ اور ایک روز تفسیر و حدیث کا سبق دیتے۔ ان کے درس دینے کا یہی دستور تھا کہ ہر ایک روز کسی ایک ہی علم کا درس دیتے تھے، دہلی کے سارے بزرگان، مشائخ اور علماء، بادشاہ کے یہاں جاتے تھے مگر[3] سید علاء الدین ہی ایسے گزرے ہیں جو کسی وقت بھی بادشاہ کے دربار میں نہیں گئے۔ یہاں تک کہ بعض وقت یہ منادی کردی گئی تھی کہ شہر کے تمام بزرگان کو بادشاہ کے محل میں حاضر ہونا چاہیئے تو سب بزرگان حاضری دیتے تھے مگر سید علاء الدین اس وقت بھی نہیں جاتے اور کہتے تھے کہ جو ہونا ہے وہ ہو لیکن میں بادشاہ کے پاس جانے والا نہیں۔ وہ ایسا کردار رکھتے تھے۔

خاکسار نے عرض کیا سید وحید الدین کی زبان مبارک سے یہ سنا گیا ہے (یعنی انہوں نے کہا ہے) کہ میری والدہ اور حضرت شیخ کبیر نجیب[1] الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ ایک ماں سے ہیں۔ اور شیخ رکن الدین و شیخ نظام الدین دوسری ماں سے ہیں۔ حضرت

---

۱ مجلس ۳۱ اور مجلس ۳۶ میں حضرت نجیب الدین فردوسی کے بھانجا کا نام اوحد الدین آیا ہے اور مجلس ۴۴ میں وحید الدین نام ہے۔ بظاہر تو فرق ہے، ممکن ہے کہ یہ فرق کتابت کی وجہ سے ہو۔ خاندان شرفیہ کی روایات کے مطابق وحید الدین زیادہ صحیح ہے۔

۲ مطبوعہ نسخہ میں جونپوری ہے۔ ۳ مجلس ۴۴ میں اسی صفت کے ایک بزرگ علاء الدولہ والدین کا نام آیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس مجلس میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

**مخدوم** نے فرمایا کہ ہاں! شیخ عماد الدین فردوسی مرحوم کے گھر میں دو بھائی ایک امیر خورد اور دوسرا امیر بزرگ نوجوان رہتے تھے۔ ان کی (یعنی امیر خورد کی) ایک صاحبزادی تھیں۔ ہمارے شیخ (پیر کبیر نجیب الدین فردوسی) اور سید وحید الدین کی والدہ انھیں سے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے قبل دہلی میں حضرت شیخ رکن الدین[لہ] شیخی یعنی بزرگی میں مشہور و معروف ہوئے ہیں۔ اپنے پیروں کا عرس کرتے تھے، بلکہ آپ ہی نے دہلی میں عرس کو عام کیا۔ اس زمانہ میں شیخ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ غیاث پور میں نووارد تھے، وہاں ایک خاص جگہ میں قیام فرماتھے۔ ابھی تک آپ کی شہرت نہیں ہوئی تھی لیکن ان کی دولت و نعمت میں روز افزوں ترقی تھی۔ حضرت شیخ رکن الدین حضرت شیخ نظام الدین (اولیا) کو عرس میں شرکت کی دعوت دیتے تھے اور آپ عرس میں تشریف لاتے تھے۔ ہمارے شیخ کی والدہ ایک بزرگ عورت تھیں، نعمتوں سے مالا مال تھیں یہاں تک کہ لوگ ان کو بھی "شیخ" کہتے تھے ایک دن شیخ رکن الدین سے فرمایا سنتی ہوں کہ غیاث پور میں شیخ نظام الدین بدایونی رہتے ہیں وہ کیسے ہیں اور انھیں کس طرح دیکھ سکتی ہوں۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ میں انھیں عرس میں بلاؤں گا گھر میں ایک خاص جگہ ان کے لئے مخصوص کردوں گا۔ ان کو وہاں پر لاکر بٹھاؤں گا۔ اور آپ کو جہاں پر کہوں وہاں پر بیٹھ جائیں گی۔ میں بھی اسی مجلس میں رہوں گا۔ انگلی سے اشارہ کردوں گا کہ یہی ہیں —— حضرت نے ویسا ہی کیا۔ والدہ کو اسی جگہ لیجاکر بٹھادیا جہاں پر کہا تھا، اور خود اسی مجلس میں چلے گئے جہاں شیخ نظام الدین (اولیا) تشریف فرما تھے۔ وہیں پر سے انگلی سے اشارہ کردیا کہ یہی ہیں۔ حضرت کی والدہ نے ان کو دیکھ لیا اور پھر اسی جگہ

---

لہ آپ حضرت عماد الدین فردوسی کے صاحبزادہ حضرت بدر الدین سمرقندی کے مرید و خلیفہ تھے! ور حضرت نجیب الدین فردوسی کے علاتی بھائی و پیر و مرشد تھے۔ صاحب مناقب الاصفیا تحریر فرماتے ہیں کہ فردوسیہ سلسلہ کی ابتدا حضرت رکن الدین فردوسی سے ہوئی یعنی آپ ہی کو سب سے پہلے "فردوسی" کا لقب ملا۔ آپ کے گرانقدر مکتوب کا اقتباس بھی مناقب الاصفیا میں موجود ہے۔ آپ کا مزار مبارک دہلی کے محلہ "کلوکھری (کیلوکھری)" میں ہے۔ —— مترجم

پرچلی گئیں۔ اس کے بعد شیخ رکن الدین نے ان سے دریافت کیا کہ شیخ نظام الدین کو دیکھا کیسا پایا؟ حضرت کی والدہ نے فرمایا کہ میں نے ان کی پیشانی میں ایسا نور دیکھا ہے (جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے) کہ دہلی میں وہ کارنامہ انجام دیں گے جو کسی نے نہیں کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ سید علاء الدین جیوری اور شیخ نظام الدین بدایونی نے ایک ساتھ سید شرف الدین سے جو کہ ایک سید بزرگ تھے۔ مشارق[1] پڑھی ہے اور یہ بات میں نے (یعنی حضرت مخدوم جہاں نے) خواجہ نظام الدین[2] سے سُنی ہے۔ وہ (یعنی خواجہ نظام الدین مذکور) مجھ سے کہتے تھے کہ ایک بار میں دار السلطنت بردوان سے متصل ایک شہر لکھنوتی میں پہونچا۔ وہاں سے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ مولانا بدر الدین نے سونے کی ایک انگوٹھی میرے حوالہ کی کہ اسے سید علاء الدین جیوری کو میری طرف سے بطور یادگار پہونچا دینا اور بھی تین چار حضرات نے تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے کچھ چیزیں دیں۔ میں نے بھی اپنی طرف سے تحفہ میں پیش کرنے کے لئے ایک چیز رکھ لی۔ جب میں دہلی پہونچا اور ان کے دولت خانہ پر حاضر ہوا تو وہ دوپہر کا وقت تھا۔ ان کے مہمان خانہ میں جاکر بیٹھ گیا۔ خادم آیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہیں۔ میں نے کہا بہار سے آرہا ہوں۔ لیکن دیکھو یہ قیلولہ کا وقت ہے حضرت سید صاحب کو میرے آنے کی خبر نہیں دینا اس لئے کہ میں بے وقت آگیا ہوں۔ میں تھوڑی دیر انتظار کرلوں گا۔ کچھ دیر کے بعد خبر دو گے۔ خادم نے میری بات سے اتفاق کیا اور وہاں سے اُٹھ کر کسی ضرورت سے اندر گیا۔ اتفاق سے اس خادم کو ایسی ضرورت آگئی کہ اس کو سید علاء الدین کے کمرہ میں جانا پڑا۔ دیکھا کہ حضرت سید صاحب

---

[1] سیر الاولیا سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار سبقاً سبقاً پڑھا اور مولانا نے حضرت نظام الدین اولیا کو جو اجازت نامہ اور سند عربی زبان میں لکھ کر دیا وہ بھی سیر الاولیا میں موجود ہے۔ (ترجمہ سیر الاولیا ص ۱۱۲)

[2] یہ خواجہ نظام الدین حضرت نظام الدین اولیا کے مرید تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غسل کے لئے سر پر مٹی مل رہے ہیں۔ آپ نے پوچھ لیا کہ مہمان خانہ میں کون ہیں؟ خادم نے عرض کیا کہ بہار سے ایک آدمی آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر غسل پورا کرتا ہوں تو دیر ہو جائے اور ان کو تکلیف پہونچ سکتی ہے۔ خادم کو حکم دیا کہ دوسری مرزئی[1] لاؤ۔ خادم نے دوسری مرزئی لائی۔ آپ نے اس کو پہن لیا اور اسی حال میں یعنی سر پر مٹی ملے ہوئے سے مجھ کو اندر بلا لیا۔ خادم آیا اور اس نے کہا تشریف لائیے آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم کو تو منع کر دیا تھا کہ خبر نہیں کروگے تم نے کیوں خبر کر دی۔ اس خادم نے کہا اتفاق ہی ایسا آگیا کہ کہنا پڑا۔ الغرض میں اندر گیا، مصافحہ کیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا "میں سر پر مٹی مل چکا تھا کہ آپ کے آنے کی خبر ملی۔ اگر غسل سے فارغ ہوتا تو آپ کو تکلیف پہونچ جاتی اسی لئے بلا لیا۔" میں نے بھی معذرت کی اور جس نے جو چیزیں بھیجی تھیں وہ آپ کے سامنے رکھیں۔ سب سے پہلے سونے کی انگوٹھی پیش کی جو مولانا بدر الدین نے بطور نشانی بھیجی تھی۔ اس کے بعد وہ چیزیں پیش کیں جو دوسرے لوگوں نے حوالہ کی تھیں۔ آخر میں اپنا تحفہ نکالا اور کہا کہ یہ اس خاکسار کی طرف سے ہے۔ حضرت سید صاحب کے دل میں یہ بات گزری کہ اس شخص نے دوسروں کی چیزیں بھی پہونچائیں اور اپنی طرف سے بھی پیش کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ کہیں مرید بھی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر پوچھا کہ کس سے مرید ہو؟ میں نے کہا شیخ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ جس وقت میں نے یہ کہا آپ نے فرمایا یہ بات اسی وجہ سے ہے اور یہ فیضان انہیں کا ہے جو آپ کو ملا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ سنو۔ میں (یعنی سید علاء الدین) اور تمہارے شیخ (یعنی حضرت نظام الدین بدایونی) دونوں سید شرف الدین سے مشارق ایک ساتھ پڑھتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیا بدایونی جتنی بار سید شرف الدین کے پاس آتے کچھ نہ کچھ لے کر آتے۔ ہرگز خالی ہاتھ نہیں آتے اگر ایک دن میں پانچ بار آتے

---

[1] ایک خاص قسم کا لباس ہے جو کُرتا سے چھوٹا اور بنیان سے بڑی ہوتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو ہر بار ضرور کچھ لے کر آتے۔ ایک دن حضرت سید شرف الدین کے دل میں خیال آیا کہ اتنے سارے شاگردان ہر روز سبق پڑھنے کے لئے آتے ہیں کسی میں وہ رونق و روشنی نہیں ہے لیکن یہ شخص جب بھی آتے ہیں کچھ نہ کچھ ضرور لاتے ہیں۔ ان کی اسی بات سے اُستاد بہت خوش ہوئے۔ حضرت شیخ نظام الدین بدایونی کے حق میں دعا فرمائی کہ تم نعمتوں سے مالا مال ہو گے۔ یہ انھیں کا فیضان ہے جو تم کو پہونچا ہے۔

اس کے بعد حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ جس میں بھی کوئی خوبی رکھی ہے اس میں اس کی نشانی (علامت) بھی پیدا کر دی ہے یہاں تک کہ اہل بصیرت اسی علامت کی وجہ سے نیک بخت اور بدبخت میں فرق کر لیتے ہیں ؂

ما دیبا دانیم و بر درازی دانیم
ماعشق حقیقی ز مجازی دانیم

اسی موقع پر خدمت کی بات ہونے لگی۔ حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ خدمت بھی عجیب کام ہے۔ نعمت و رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ خدمت کے متعلق بے شمار وعدے (خوشخبریاں) ہیں۔

اسی وقت خاکسار نے یہ حدیث **لایزال اللہ فی حاجۃ العبد ما دام العبد فی حاجۃ اخیہ المسلم** (جو بندہ اپنے مسلم بھائی کی حاجت روائی میں ہمیشہ لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی حاجت کو ہمیشہ پوری کرتا ہے) پڑھی جو حضرت **مخدوم** کے ملفوظ معدن المعانی[1] میں آئی ہے۔ حضرت **مخدوم** نے فرمایا یہی ایک کیا۔ اتنے سارے وعدے آئے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے اس کے بعد کافی مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ خدمت بھی ایک نادر

---

[1] معدن المعانی باب ۵۲ جلد دوم۔

اس نادر ملفوظ کا ترجمہ مکتبۂ اشرف خانقاہ معظم سے شائع ہو چکا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کام ہے اور ایک بڑا کام ہے۔ من خدم خدم (جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا) ؎

بر پائے رقیباں چہ کنم گر نہ نہم سر
محتاج ملک بوسہ دہد پائے غلاماں

# مجلسؒ - ۴۱

شرف زیارت سے مشرف ہوا۔ مولانا نظام الدین درون حصاری نے عرض کیا غائبانہ بیعت درست ہے یا نہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہیں پر یہ روایت نہیں آئی ہے اور منقول بھی نہیں ہے۔ اگر بزرگوں سے نقل آئی ہو تو اس وقت اس کی صحت ہوگی۔

پھر عرض کیا اگر کوئی شخص کسی عذر اور رکاوٹ کی وجہ سے کسی بزرگ کے پاس نہیں پہونچ سکا اور اس نے اس بزرگ کے پاس عرضداشت بھیجی اور اپنی مجبوری کو پیش کیا اس کے بعد اس بزرگ نے اس شخص کو قبول کر لیا ایسی صورت میں مریدی اور پیری ثابت ہو گی یا نہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا اگر اس بزرگ نے اس شخص کو مریدی میں قبول کر لیا تو مرید کی طرف سے اصالتہً (براہ راست) اور اس بزرگ کی طرف سے نیابتاً (بطور قائم مقام) تصور کیا جائے گا۔ لیکن اس صورت میں بھی روایت کی ضرورت ہے۔

پھر مولانا نظام الدین نے عرض کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غائبانہ[۱] بیعت لی ہے۔ اپنے دونوں دستِ مبارک

---

[۱] اس واقعہ میں بیعت کے عنوان کی طرف اشارہ ہے اور یہ سورہ فتح سے متعلق ہے، جب حضورؐ نے حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو یہ پیغام دیکر قریش کے پاس بھیجا کہ حضورؐ عمرہ کیواسطے آئے ہیں جنگ کیلئے نہیں تو کسی نے مشہور کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے اس خبر سے مسلمانوں کا غم و غصہ ہولناک اٹھا اور حضورؐ نے ایک درخت کے نیچے تمام مسلمانوں سے بیعت لی کہ عثمان بن عفانؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے جان کی بازی لگا دینگے آخر میں حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کیطرف سے اپنا ہاتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو یکجا کر کے فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے۔ اس پر تو قیاس کیا جاسکتا ہے؟ ارشاد ہوا ہاں! غائبانہ بیعت کے جواز میں یہ صرف ایک دلیل ہے۔ اس کے علاوہ بھی دلیل طلب کی جائے گی۔

پھر مولانا نظام الدین نے دریافت کیا لوگوں میں پیر خرقہ، پیر بیعت و تربیت اور پیر صحبت جو مشہور ہے وہ کہاں سے ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا ان باتوں کی بھی اصل ہے لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں۔

## پیر خرقہ و پیر تربیت

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اس اصول اور دستور کے مطابق پیر خرقہ اس پیر کو کہتے ہیں جن کے پاس کوئی شخص مرید ہونے کیلئے گیا اس نے ہاتھ پکڑا اور طاقیہ (ٹوپی) پہنایا چونکہ طاقیہ بھی خرقہ ہی ہے اس لئے اس پیر کو پیر خرقہ کہتے ہیں اور اسی کو پیر بیعت بھی کہتے ہیں۔ پیر بیعت اور پیر خرقہ ایک ہی ہے۔

## پیر تربیت

پیر تربیت وہ ہے کہ ایک شخص کسی کا مرید ہے مرید ہونے کے بعد اس مرید کو یا اس کے پیر کو کوئی ایسی مجبوری اور عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکے، مرید پیر سے الگ ہو گیا (یعنی دور چلا گیا) اور دوسرے پیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس پیر نے تربیت کی۔ اس کو آفات اور عیوب سے الگ رکھا اور اس کا علاج کیا چونکہ اس مرید نے اس پیر کی خدمت میں تربیت حاصل کی اس لئے اس پیر کو پیر تربیت کہتے ہیں۔

## پیر تربیت اور پیر صحبت کا فرق

مولانا نظام الدین مذکور نے پھر سوال کیا پیر صحبت اور پیر تربیت میں کیا فرق ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا پیر تربیت اس پیر کو کہتے ہیں جس نے ایسا کرو اور ایسا نہ کرو کا حکم دینا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ لیکن پیر صحبت وہ ہے جس نے اس (مرید) کی پرورش

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو قبول نہیں کیا اور اس کو اپنے لئے لازم نہیں کر لیا ہے۔ بس اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ان کی صحبت میں رہ کر جو کچھ کرتے دیکھا اس کو کرتا ہے۔

مولانا نظام الدین نے پھر دریافت کیا اگر کوئی شخص کسی بزرگ سے محبت رکھتا ہے اور اس کو اعتقاد بھی ہے اس عقیدہ کی وجہ سے اس بزرگ کے وقت کی برکت و نعمت سے سرفراز بھی ہوا۔ اور وہ یہ جانتا بھی ہے کہ یہ دولت و نعمت جو مجھ کو ملی ہے وہ فلاں بزرگ کی برکت اور ان کی نگاہ کی تاثیر سے ملی ہے اس کے بعد کسی دوسرے بزرگ کے پاس گیا ارادت ہوئی اور مرید ہو گیا۔ ایسی صورت میں اس پہلی دولت و نعمت میں کوئی خلل پیدا ہو گا یا نہیں؟

حضرت مخدوم نے فرمایا نہیں کچھ خلل نہیں ہو گا۔ ان سے جو کچھ پایا وہ اسی طرح رہے گا اس سے کیا فرق پڑا کہ کسی دوسرے سے مرید ہو گیا۔ اس کے نزدیک تو سب پیر برابر ہیں اعتقاد بھی رہے کہ جس طرح سے یہ مکمل ہیں سب مکمل ہیں۔ اعتقاد قانون پر ہونا چاہیئے۔

پھر عرض کیا دوسرے پیر سے ارادت رکھنے میں کوئی خلل تو نہیں ہو گا؟ ارشاد ہوا کہ نہیں ہو گا۔ اور فرمایا کہ حضرت مولانا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ سفر کئے ہوئے تھے۔ اور اس گروہ صوفیا کے بہت سارے بزرگوں کی خدمت میں رہے تھے اور سب سے نعمتیں ملی تھیں جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ فرید اپنا کام پورا کر کے میرے پاس آئے ہیں۔

پھر گزارش کی کیا ایسا ہوتا ہے کہ مرید کسی پیر سے ہو اور نعمت کسی دوسرے بزرگ سے پائے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہاں! ایسا بہت ہے صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ میں خراسان تک تین سو بزرگوں کی خدمت میں رہا ہوں اور ہر ایک بزرگ سے نعمت پائی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھے یہ نعمت فلاں سے ملی ہے اور صاحب کشف المحجوب ایک بہت بڑے بزرگ تھے اور اپنے وقت کے قطب تھے۔

مجلس شریف میں حقوق کی رعایت کا تذکرہ آگیا۔ مولانا نظام الدین مذکور نے عرض کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک شخص کسی بزرگ کا مُرید ہے اور اس شخص کے کوئی اُستاد بھی ہیں۔ اس کے پیر اور اُستاد کے درمیان کسی طرح کا جھگڑا ہوگیا یا اس شخص کے پیر اور والد کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ ایسی صورت میں یہ شخص حقوق کی رعایت کیسے کرے گا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس طرح شرع نے حکم دیا ہے کہ ہر ایک کے حقوق کو شریعت کے مطابق ادا کرے گا۔ اور حقوق کی ادائیگی میں ذرہ برابر حد سے آگے نہیں بڑھے گا۔ جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح پیر کے ساتھ پیر کے حقوق کی رعایت رکھے۔ استاد کے حقوق کی رعایت استاد کے ساتھ کرے جیسا کہ اُستاد کے حقوق کا حکم ہے اور باپ کے ساتھ باپ کے حقوق کی رعایت رکھے جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ اللہ اپنے پناہ میں رکھے، ترک حقوق کسی طرح جائز نہیں رکھا گیا ہے اگرچہ پیر، اُستاد اور باپ کے درمیان کسی طرح کا جھگڑا ہے تو اس سے اس شخص کو کیا تعلق اور سروکار۔ اس کو یہی چاہیئے کہ شریعت کے احکام کے مطابق ہر ایک کے حقوق کی رعایت کرے اور اس میں ذرہ برابر حد سے آگے نہ بڑھے۔

مولانا نظام الدین نے پھر دریافت کیا اگر کوئی شخص دین کے کام کے لئے کسی بزرگ کے پاس جاتا ہے تو کیا ماں باپ کی خوشنودی (اجازت) ضروری شرط ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ دین کے بنیادی اُصول والدین کی اجازت کے محتاج نہیں یعنی جتنے فرائض ہیں ان میں رضائے والدین شرط نہیں ہے۔ ہاں! زوائد میں اُن کی خوشنودی ضروری ہے۔

پھر دریافت کیا باطن کو بُری صفتوں سے پاک کرنا فرض نہیں ہے ارشاد ہوا کہ فرض شرعی نہیں ہے بلکہ فرض حالی ہے یعنی اگر کسی نے راہِ طریقت میں قدم رکھا، اس راہ کے کاموں کو اپنے اوپر لازم کرلیا، اپنے اندر حصول کمال کی ہمت پیدا کی تو ان اقدام اور التزام کی وجہ سے فرض ہو جاتا ہے شرع کی جانب سے وہ اس کے لئے مکلف نہیں ہے اور یہ کام مردوں کا ہے مخنثوں کا نہیں ہے ؎

زہرہ مرداں نداری چوں زنان درخانہ باش
ور بمیداں میروی از تیر باداں برمگرد

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر عرض کیا اگر تصفیۂ باطن اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اس کے بعد اپنی اصلاح کے لئے کسی بزرگ کے پاس آتا ہے تو ایسی صورت میں والدین کی خوشنودی شرط ہوگی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! شرط ہوگی اس لئے کہ حقیقی فرائض میں والدین کی خوشنودی مقدم نہیں ہوتی ہے۔ لیکن ایسے اعمال میں جو فرض حقیقی نہیں ہیں اگرچہ ان زوائد کو اپنے اوپر لازم کرلیا اور اس میں لگے ہوئے بھی ہیں تو ایسی صورت میں والدین کی خوشنودی شرط ہوگی اور باطن کو پاک کرنا زوائد میں سے ہے۔ اگر باطن پاک نہ ہو تو اس سے نفس ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ ہاں! کمال ایمان میں خلل ہوگا اور شرع شریف نے بغیر تصفیہ باطن کے بھی نفس ایمان کی صحت پر فیصلہ دیا ہے۔

خاکسار نے عرض کیا اگر کسی نے اپنے اوپر لازم کرلیا تب بھی اس کو زوائد کی قسموں میں کہیں گے؟ ارشاد ہوا کہ اگرچہ اس نے لازم کرلیا ہے پھر بھی وہ زوائد میں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ اس لازم کرلینے سے وہ فرض عین ہوجائے۔ ہاں! اس کو فرض حالی کہوں گا۔ لیکن والدین کی خوشنودی تو فرض عین ہے اور قرآن کریم سے ثابت بھی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فرض کی ۲ دو قسمیں ہیں۔ ایک فرض لازم اور دوسرا فرض زوائد فرض لازم میں نماز پنجگانہ، رمضان کا روزہ، ایمان لانا اور دوسرے فرائض ہیں۔ فرض زوائد جیسے نماز جنازہ، جہاد کرنا۔۔۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ جہاد میں جائے تو والدین کی رضامندی شرط ہوگی۔ لیکن اگر اسی جہاد کا اعلان عام ہوگیا تو فرض لازم ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں والدین کی رضامندی شرط نہیں ہوگی۔

# مجلس - ۴۲

حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ افطار کے بعد قاضی شرف الدین نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

عرض کیا جوگیوں کو پرواز کی جو قوت حاصل ہوتی ہے کیا اس قوت سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتے ہیں؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ ہاں وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن پورے طور پر نہیں۔ اس کا تعلق مجاہدہ اور ریاضت سے ہے۔ اور اس معنی میں مومن و کافر دونوں برابر ہیں جب کسی سے بشریت غائب ہو جاتی ہے تو روح میں قوت مل جاتی ہے اور اس میں ہلکا پن پیدا ہو جاتا ہے اور اسی ہلکا پن کی صفت سے پرواز کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پانی پر چلنا بھی اسی معنی میں ہے ثقل بشریت جب غائب ہو جاتی ہے تو سبک یعنی ہلکا پن ہو جاتا ہے۔ اور اسی سبک اور ہلکا پن سے پانی پر چلنے لگتا ہے اور ثقل بشریت موجود ہے اور پانی پر چلتا ہے تو ایسی صورت میں ڈوب جاتا ہے اور جو شخص پانی پر نہیں چل سکتا ہے وہ اسی ثقل بشریت کی وجہ سے نہیں چل سکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس میں رہبانیاں جوگیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ سخت مجاہدہ اور ریاضت کر کے اپنے کام کو اس مقام پر پہونچا دیتے ہیں جہاں ان کو کشف روحی حاصل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض کو اشراق بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

سکندر نے دریافت کیا اشراق کسے کہتے ہیں؟ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ دل کی باتوں پر اطلاع کو اشراق کہتے ہیں یعنی اگر کسی کے دل میں کوئی بات آئی تو اس کی اطلاع ان صاحبان اشراق کو ہو جاتی ہے۔ اسی کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شمس الدین خوارزمی نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے اس سفر میں ایک پہاڑ کے پاس پہونچے۔ اس پہاڑ کے اوپر ایک راہب کی قیام گاہ تھی۔ اس پہاڑ کے اوپر جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ اور اس راہب نے اپنے کھانے کا خاص انتظام کر رکھا تھا۔ یعنی جب کئی روز کے بعد اس کو بھوک لگتی اور کھانے کی خواہش ہوتی تو وہ ایک ڈول رسی سے باندھ کر پہاڑ کے دامن میں اس راستہ پر لٹکا دیتا جہاں سے تجارت کرنے والے گزرتے تھے جو مسافر اس پہاڑ کی طرف سے گزرتے وہ سمجھ جاتے تھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ اس پہاڑ پر کوئی راہب رہتا ہے اور اس کو کھانا اور پھل کی ضرورت ہے لہٰذا اس ڈول میں ڈال دیتے، اور وہ ڈوری کو اوپر کھینچ لیتا۔ کھانا یا پھل جو کچھ اس ڈول میں ہوتا اس کو کھالیتا۔

جب ہمارے والد وہاں پہونچے تو اُن کے دو ساتھی بھی ان کے مصاحبت میں تھے۔ اچانک انھوں نے دُور سے دیکھا کہ پہاڑ سے ایک ڈول نیچے آرہا ہے۔ میرے والد نے کہا کہ یہ ڈول اس راہب کا ہے اس کے لئے اس میں کچھ دے دوں۔ اسی وقت ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ میں زہر دے دوں گا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ اس راہب نے اشراق باطن سے سمجھ لیا اور ڈوری کو اوپر کھینچ لیا۔ اس کے بعد میرے والد نے اُن سے کہا یہ تم نے کیا کیا؟ اس کے بعد اس راہب نے ڈوری نیچے لٹکادی انہوں نے اسی وقت اس ڈول میں کھانا اور پھل ڈال دیا۔

سکندر نے دریافت کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص بڑھاپے میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہو؟ حضرت مخدوم نے فرمایا بڑھاپے میں کیسے ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ بڑھاپے میں تو دوا کی ضرورت پڑجاتی ہے تاکہ کچھ کھاسکے۔ بڑھاپے میں ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں مجاہدہ کیسے کرسکے گا۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کے بعد اگر کوئی اس راہ میں داخل ہوتا ہے اور کمال حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہاں! شاذونادر۔

اسی وقت شیخ معزالدین نے عرض کیا بعض جگہ ایسا مرقوم ہے کہ فلاں بزرگ کو ستر برس کی عمر میں کشادکار ہوا۔ اس کا محمول کس پر ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس کو یوں سمجھئے کہ چالیس سال سے پہلے تک وہ مجاہدہ اور ریاضت میں استقلال حاصل کرچکا تھا اور درست ہوچکا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑھاپے کی حد میں داخل ہوگیا۔ اس وقت تک اس نے باطن میں کشائش نہیں پائی اور ستر سال کی عمر میں کشائش پیدا ہوئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں ریاضت اور مجاہدہ کی ابتدا کی اور اس مشغولیت کے بعد کشودکار ہوا اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے امکان کی نفی نہیں کی ہے (یعنی میں نے یہ نہیں کہا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا) ہاں! غالب یہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی وقت قاضی اشرف الدین نے سوال کیا کہ از روئے علم یہ معلوم ہوجاتا ہے (یعنی اشراق پیدا ہوتا ہے) اور مجاہدہ و ریاضت سے جو کرامتیں پیدا ہوتی ہیں وہ کھانے پینے کے ترک سے وابستہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ اگر کوئی شخص کھانے پینے کی زیادتی کو یہاں تک ترک کردے جہاں معنی روح ہے تو وہ ان سب کو معلوم کرسکتا ہے اور پاسکتا ہے۔

# مجلس۔ ۴۳

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اگر ۲۹ کو چاند دیکھا گیا تو عید جمعرات کو ہوگی اور اگر کسی نے ۳۰ کو دیکھا تو عید جمعہ کو ہوگی۔ اگر جمعہ کو عید ہوجائے تو کتنا اچھا ہو۔ دو عید ایک دن میں جمع ہوجائے اس کے بعد فرمایا جامع صغیر کی روایت ہے کہ عیدان ان اجتمعا فی یوم واحد الاول سنة والثانی فریضة ایک دن میں دو عید کا اجتماع ہوگیا پہلی عید (عید الفطر) سُنّت ہے اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے۔

مولانا عارف زاہد نے عرض کیا آج کی رات شبِ قدر ہے اس رات میں دہی کھانے کی روایت کہاں سے ہے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا یہ روایت ظاہر کی گئی ہے اور میں نے اس روایت کو کہیں دیکھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس طرح کی مثالیں بہت ہیں کہ مسلمانوں کے اندر کچھ چیزیں ایسی مشہور ہوگئیں جن کے بارے میں کوئی اصل اور نقل نہیں ملتی۔ لیکن پھر کبھی نہ کبھی اس کے بارے میں کوئی روایت ضرور مل جاتی ہے۔

اگر ایسا کوئی دینی کام دیکھیں جو مسلمانوں کے یہاں مشہور و معروف ہے اور فی الحال اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بارے میں کوئی اصل اور نقل نہیں پاتے تو اس کی نفی (انکار) نہیں کریں۔ خود وہ عمل نہیں کریں اس لئے کہ جب مسلمانوں کے درمیان مشہور و معروف ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی اصل اور نقل بھی ہو۔ جہاں تک اس کی رسائی نہیں۔ تو اس کا انکار کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اتنا ضرور خیال رکھیں کہ وہ دینی کام جو مسلمانوں کے درمیان مشہور و معروف ہو گیا ہے اور اس مشہور کام پر تمام مسلمان عمل کرتے ہیں تو نہ اس سے انکار کرنا چاہیئے اور نہ دوسروں کو اس سے منع کرنا چاہیئے بس اتنا ہو کہ خود اس وقت تک عمل نہ کریں جب تک اس کی کوئی اصل یا نقل نہ مل جائے۔ یا کسی ایسے قابلِ اعتماد صاحب دین کو جن کے دین اور دیانت پر اعتماد ہو کرتے نہ دیکھ لیں۔ اس وقت بتقلید کے طور پر کریں۔ لیکن اس کا انکار نہ کریں اس لئے کہ مسلمانوں میں جو رائج اور مشہور ہے امکان قوی یہی ہے کہ یقیناً اس کی اصل و نقل ہے اور کہیں نہ کہیں ضرور ہے۔

چنانچہ میں نے خود مسلمانوں کے یہاں کچھ چیزیں ایسی دیکھیں جو پہلے تو مجھے مکروہ معلوم ہوئیں کہ یہ عمل کہاں سے کرتے ہیں۔ بعد میں ان کے متعلق روائتیں مل گئیں۔ مثلاً عورتوں میں مشہور ہے کہ لہسن پیاز کے چھلکے کو گھر میں نہیں جلانا چاہیئے۔ پہلے تو مجھے تعجب ہوتا تھا کہ اس کی سند کہاں سے ہے کہ نہیں جلانا چاہیئے آخر جن کاموں کے کرنے سے افلاس اور غربت آتی ہے اس کے باب کو دیکھا تو وہاں یہ تحریر موجود تھی کہ لہسن اور پیاز کا چھلکا جلانا افلاس لاتا ہے۔ اسی طرح میں نے سنا کہ دروازہ کی چوکھٹ پر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ اس سے بھی غربت آتی ہے۔ تعجب ہوا کہ اس کی سند کیا ہے۔ آخر اسی باب میں دیکھا جس میں افلاس اور غربت آنے کے اسباب کو بیان کیا ہے اس میں یہ موجود ہے کہ جو گھر کے دروازہ (چوکھٹ) پر بیٹھتا ہے وہ غربت کو دعوت دیتا ہے۔ اسی طرح گھروں میں اور دوسری جگہوں میں سنتا تھا کہ رات کے وقت جھاڑو نہیں لگانا چاہیئے۔ یہ بھی اسی باب میں مرقوم ہے کہ جو رات کے وقت گھر میں جھاڑو لگاتا ہے وہ گھر میں غربت کو لاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تک میں نے شبِ ستائیس کو دہی کھانے کی روایت

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابوں میں نہیں دیکھی تھی منع کرتا تھا۔ آخر مولانا نظام الدین کو ایک جگہ یہ روایت مل گئی اس کا بہت زیادہ ثواب بیان کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ آج کی رات بارہ رکعت نماز ہے۔ چار چار رکعت کر کے پڑھیں۔ ہر رکعت میں الحمد ایک بار اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ تین بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ دس بار۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کلمۂ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سو بار پڑھیں۔

اسی درمیان ہم نے عرض کیا کہ اس رات میں سو رکعت نماز بھی پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وہ تو شبِ براءت میں ہے، اور ایک روایت میں آج کی رات بھی ہے جو بعض جگہ مرقوم ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس رات کو زندہ رکھا جائے یعنی شب بیداری کی جائے جو ہو سکے خواہ تسبیح میں، تلاوتِ قرآن میں، درود ہو یا استغفار میں مشغول رہیں۔

خاکسار نے عرض کیا ان سب میں اولیت کس کو حاصل ہے تاکہ اس میں مشغول رہا جائے۔ اور کس عمل میں مشغول رہنے سے کشائش حاصل ہوگی۔ ارشاد ہوا کہ اس بارے میں خود جاننا چاہئے کہ میری طبیعت کس طرف راغب ہے لیکن نماز سب کو جامع ہے۔ اور جب کسی کام کے کرنے سے طبیعت اکتا جائے تو اسی وقت اس کام کو چھوڑ دیں اور دوسرے کام میں لگ جائیں اس لئے کہ جب دل اکتا جاتا ہے تو پھر اسی کام میں مشغول رہنا بہت مشکل ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اسی وقت چھوڑ دیں تاکہ دل پر بار نہ ہو اور طبیعت اُچٹ نہ جائے اور جب اسی وقت اس کو چھوڑ دیا اور دوسرے کام میں مشغول ہو گیا تو اس طریقہ سے مشغولی کی خصلت

---

پچھلے صفحہ کا حاشیہ:۔

لہ اس روایت کو روح المعانی ص ۱۴۴ میں دیکھ سکتے ہیں۔

لہ شب قدر کی یہ نماز اوراد اشرفی مطبوعہ ۱۹۸۷ء ص ۴۸ میں بھی موجود ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(عادت) پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح اگر عمل کرنے سے کبھی طبیعت پر بوجھ معلوم ہو تو خلوت سے باہر نکل آئیں۔ اپنے ہمجنسوں کے پاس چلے جائیں۔ تھوڑی دیر اُن کے ساتھ رہیں۔ تاکہ ان سے مدد اور استعانت حاصل ہو اور دوسرے کام میں مشغولی پیدا ہو۔

# مجلسؒ۔ ۴۴

حاضری کی سعادت میسّر ہوئی۔ قاضی اشرف الدین نے دریافت کیا اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ روزہ کے دن میں تمام مسلمان کھا رہے ہیں تو اس کی کیا تعبیر ہو گی؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس کی تعبیر غیبت سے کی جائے گی۔ اسلئے کہ غیبت روزہ کو توڑنے والی ہے یہاں تک کہ حدیث ہی ہے رب صائم لیس له من الصیام الا الجوع و العطش (بہت سارے روزہ دار ایسے ہیں جن کو بھوک و پیاس کے سوا روزہ میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔) اس حدیث کی تاویل بھی غیبت سے کی جائے گی۔

شیخ معز الدین نے عرض کیا اس رات کو زندہ رکھنے سے (یعنی شب بیداری کرنے سے) شبِ قدر کا ثواب ملے گا؟ حضرت مخدوم نے فرمایا جو شخص آج کی پوری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے تو اُسے ہزار مہینوں کا ثواب ملے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لیلة القدر خیر من الف شهر ؕ (شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) ہزار مہینوں کا تعین جو کیا گیا ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص ایسا تھا جو دن میں روزے رکھتا، کچھ نہ کھاتا۔ اور رات کو قیام یعنی عبادت میں رہتا۔ اسی طرح اس نے ہزار مہینے گزارے۔ ایک دن حضرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں اس شخص کے قصہ کا تذکرہ ہونے لگا۔ صحابہ کرام کو بھی اس کی تمنا ہوئی۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں کی عمر ہی کیا ہوتی ہے کہ ایسی مشغولی اختیار کر سکیں۔ کاش اتنی عمر ہوتی کہ ویسی ہی عبادت کرتے۔ اسی وقت یہ سورہ (یعنی سورہ انا انزلناہ) نازل ہوئی۔ اگر بنی اسرائیل کے اس شخص نے ہزار مہینے خود کو عبادت وطاعت میں مشغول رکھا تو میں نے تمہیں ایک ایسی رات بخشی جو بنی اسرائیل کے اس آدمی کے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کو نماز اور عبادت میں گزارے گا اس کو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ثواب بخشوں گا۔

# مجلسؒ۔ ۴۵

زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا لطیف الدین نے عرض کیا دیا حین میں یہ عبارت آئی ہے کہ عید کے دن ہر مومن کے دروازہ پر دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جب وہ صاحب خانہ عید کی نماز کے لئے باہر آتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ایک کے ہاتھ میں علم (جھنڈا) ہوتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں گرز۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ گرز اس وجہ سے ہوتا ہے کہ شیاطین اس دن قید سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں۔ لہذا ان کو دفع کرنے کے لئے گرز ہوتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں علم مومنوں کی بزرگی اور بڑائی کے اظہار کے لئے دیا جاتا ہے چنانچہ مشاہدہ میں یہی ہے کہ علم فوج کے افسر کے لئے ہوتا ہے۔

قاضی اشرف الدین نے عرض کیا کہیں کہیں لکھا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کے نور کا پرتو ہے۔ اس جملہ کا کیا معنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگا؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس پرتو سے واللہ اعلم یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود کی ہستی سے ہے بغیر کسی تجزیہ، تبعیض اور تنقیص کے۔ جس طرح آئینہ میں صورت داخلہ کا صورت خارجیہ سے پیدا ہونا بغیر کسی تجزیہ، تبعیض اور تنقیص کے ہے۔

خاکسار نے سوال کیا تمام عالم کا وجود بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی پاک ذات کی ہستی سے ہے تو رسول علیہ السلام کی تخصیص اس معنی میں کیسے کی جائے گی؟ حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی تخصیص یوں کی جائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ظہور حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی کے وجود سے بغیر کسی واسطہ کے ہے، لیکن عالم کا وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس سے ہے، لہٰذا تمام عالم اگرچہ حق تعالیٰ کی ہستی سے ظہور میں آیا ہے لیکن یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے عکس کے واسطہ سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بغیر واسطہ کے ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ایک بزرگ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ساری مخلوقات و موجودات کا مبداء روح انسانی ہے اور ارواح انسانی کا مبداء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روح پاک ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ اور کسی روایت میں نوری بھی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ پیدائش (تخلیق) کی مثال درخت ہے اور خواجہ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس درخت کے پھل ہیں اور درخت حقیقت میں پھل کے بیج سے ہے تو سب سے پہلے نور احدیت کا پرتو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوا جیسا کہ ارشاد ہے انا من نور اللہ والمومنون منی (میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارے مومن مجھ سے ہیں)

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں عقل کے ذریعہ غور و خوض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو عالم مکاشفہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگا؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس پرتو سے واللہ اعلم یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود کی ہستی سے ہے بغیر کسی تجزیہ، تبعیض اور تنقیص کے۔ جس طرح آئینہ میں صورت داخلہ کا صورت خارجیہ سے پیدا ہونا بغیر کسی تجزیہ، تبعیض اور تنقیص کے ہے۔

خاکسار نے سوال کیا تمام عالم کا وجود بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی پاک ذات کی ہستی سے ہے تو رسول علیہ السلام کی تخصیص اس معنی میں کیسے کی جائے گی؟ حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی تخصیص یوں کی جائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ظہور حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی کے وجود سے بغیر کسی واسطہ کے ہے، لیکن عالم کا وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس سے ہے، لہٰذا تمام عالم اگرچہ حق تعالیٰ کی ہستی سے ظہور میں آیا ہے لیکن یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے عکس کے واسطہ سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بغیر واسطہ کے ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ایک بزرگ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ساری مخلوقات و موجودات کا مبداء روح انسانی ہے اور ارواح انسانی کا مبداء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِی اور کسی روایت میں نوری بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ پیدائش (تخلیق) کی مثال درخت ہے اور خواجہ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس درخت کے پھل ہیں اور درخت حقیقت میں پھل کے بیج سے ہے تو سب سے پہلے نور احدیت کا پرتو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوا جیسا کہ ارشاد ہے انا من نور اللہ والمومنون منی (میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارے مومن مجھ سے ہیں)

اس کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں عقل کے ذریعہ غور و خوض نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ تو عالم مکاشفہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر فرمایا ارباب معنی جن کو اہل وحدت کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وجود عالم کے جملہ ذرات کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ویسی ہی نسبت ہے جیسی آئینہ کی صورت داخلہ کو صورت خارجہ کے ساتھ ہے۔ جملہ عالم کی ہستی جو دکھائی پڑتی ہے وہ ہے نہیں۔ جس طرح کہ آئینہ میں صورت داخلہ (یعنی جو شکل) دکھائی دیتی ہے لیکن وہ ہے نہیں۔ یہ بھی اسی اصل سے ہے نہ کہ وجود حقیقی ہے۔ وجود حقیقی تو خاص خداوند تعالیٰ کے لئے ہے اس لئے کہ واجب الوجود ہی ہے۔ دوسرے کو جو وجود حاصل ہے وہ اسی (واجب الوجود) کی ایجاد سے ہے' ورنہ وہ اپنی ذات سے تو مستحق عدم ہی ہے۔ اہل معرفت کی نگاہ جس چیز پر بھی جاتی ہے ان کی پہلی نگاہ اس چیز کے عدم ہی پر پڑتی ہے۔ اور یہ جو اکثر جگہ مذکور ہے کہ کسی دوسری چیز کا وجود ہی نہیں یہ اسی نگاہ کی وجہ سے ہے اور یہ جو کہتے ہیں **کل من علیہا فان** (جو کچھ زمین پر ہے سب کو فنا ہے) اس کا راز قیامت کے دن سب پر روشن ہو جائے گا۔ لیکن اہل معرفت پر تو آج ہی روشن ہے اور یہ اسی نگاہ کی وجہ سے ہے۔

مولانا لطیف الدین نے عرض کیا یہ جو کہتے ہیں کہ **الشیخ یحیی ویمیت** (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) یہ قول کہیں نگاہ مبارک سے گزرا ہے؟ حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ نہیں۔ میری نگاہ نہیں پڑی ہے مگر اس زمانہ میں ہر شخص سے سنتا ہوں۔ ہاں! اگر کہیں یہ قول تحریر ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی۔ اسی وقت مولانا لطیف الدین نے اس تاویل کے متعلق سوال کر دیا کہ اس کی کیا تاویل ہو گی؟ حضرت **مخدوم** نے فرمایا کہ یہاں احیا اور اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) کا دوسرا ہی معنی ہے۔

**اماتت** (مارنا) صفات ذمیمہ میں ہے یعنی مُرید میں جو بُری صفتیں ہوتی ہیں ان کو مردہ بنا دیتے ہیں یعنی دُور کر دیتے ہیں۔

**احیاء** (زندہ کرنا) صفات حمیدہ ملکی صفتوں میں ہے یعنی جو اچھی صفتیں ہیں وہ ان میں پیدا کر دیتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

احیاء و اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) کے یہی معنی ہیں۔ اسی کو گردش کہتے ہیں۔ حیات معنوی اور موت معنوی کے چند قسمیں ہیں جیسے :

الایمان حیاۃ والکفر موت (ایمان حیات ہے کفر موت ہے)

الطاعۃ حیاۃ والمعصیۃ موت (عبادت زندگی ہے گناہ موت ہے)

العلم حیاۃ والجھل موت (علم حیات ہے جہالت موت ہے)

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ منصور حلاج کا ایک کلمہ منقول ہے جو نہایت مہیب ہے اور وہ یہ ہے جو انہوں نے فرمایا۔ انا اصغر منہ بشئین یعنی میں چھوٹا ہوں ان دو چیزوں سے۔ یہ جملہ سُننے سے ہیبت معلوم ہوتی ہے اور جہاں یہ کلمہ تحریر ہے اس کی شرح نہیں کیگئی ہے لیکن انہیں کی کتابوں کے مطالعہ سے اسکی تشریح ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سالک کی ہر لحظہ اور ہر لمحہ ترقی ہوتی ہے۔ وہ سلوک طے کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسکے اندر کے تمام معانی و کلمات کا حاصل ہو جانا ممکن ہے اور پھر اس وقت اس مقام پر اس کی رسائی ہو جاتی ہے جہاں صرف یہی دو چیزیں باقی رہ جاتی ہیں اور وہ دو چیزیں یہ ہیں :- وجود نا منہ وقیامنا بہ (ہمارا وجود اسی سے ہے اور ہمارا قیام اسی پر ہے) منصور حلاج کا انا اصغر منہ کہنے سے یہی دو چیزیں مراد لی گئی ہیں۔ اللہ اعلم۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے انتہائی تعجب کے ساتھ فرمایا کہ اسی سے سمجھنا چاہئے کہ ان کو کیا کیا کمالات حاصل ہوتے ہیں، مگر یہ دو چیزیں کہ اپنی خودی کے ساتھ موجود نہ ہو اور اپنی خودی کے ساتھ قائم نہ ہو دوسری ہی چیز ہے۔ فرق ان ہی دو چیزوں میں ہے

اسی موقع پر مولانا لطیف الدین نے عرض کیا کہ بعض درویش سے منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو کہدیا "مرجا" اور وہ مرگیا۔ کسی کو کہدیا زندہ ہوجا اور وہ زندہ ہو گیا۔ اس کو کس معنی پر محمول کریں گے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ احیاء و اماتت (زندہ کرنا و مارنا) خاص اللہ کی جانب سے ہوگا۔ اور یہ اللہ کا کرم ہے جو اس بزرگ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسی کرامت کا ظہور ہوا۔ اور یہ احیاء، واماتت کی صفت جو درویشوں اور بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے معنی کے رو سے ہے اس لئے کہ ان سے جو کچھ (ظہور میں آتا ہے) وہ سب معنی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس شعر کی تاویل بھی اسی معنی میں ہے۔

صوفیاں در دمی دو عید کنند

عنکبوتاں مگس قدید کنند

(صوفیا ایک سانس میں دو عید کرتے ہیں۔ مکڑے مکھیاں شکار کرتے ہیں)

یعنی سالک ہر ایک سانس میں صفات ذمیمہ (برے خصائل) سے نکل آتا ہے اور صفات حمیدہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب صفت ذمیمہ سے نکل آئے تو ایک عید ہوئی اور جب صفت حمیدہ حاصل کی تو دوسری عید ہوئی۔ سالک جس وقت صفت ذمیمہ سے باہر نکلتا ہے تو اسے خوشی اور فرحت حاصل ہوتی ہے اسی طرح جب صفت حمیدہ حاصل کرتا ہے (تو شادمانی اور مسرت ہوتی ہے)

مولانا روم نے اس کی تاویل یوں کی ہے ع

یکبار زاید آدمی من بارہا زائیدہ ام

یعنی جب صفت ذمیمہ سے باہر نکل آیا تو اس کے لئے یہی ولادت ہوئی۔ اس لئے کہ تولد کسی دوسرے سے خروج ہی کو کہتے ہیں۔

# مجلس ۔ ۴۶

عید کے دن قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ عیدگاہ میں قاضی کی محفل (یعنی قاضی کی موجودگی) میں ایک طالب علم نے یہ سوال اٹھایا کہ عیدگاہ میں عید کی نماز

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے پہلے نفل نماز مکروہ ہے اور تحیۃ المسجد کے سلسلہ میں ایک حدیث مروی ہے کہ اذا دخلتم فی المسجد فحیوھا برکعتین (جب تم مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز تحیت پڑھو) تو اس حدیث کی روشنی میں چاہیئے کہ عید کے مصلا پر پہونچنے کے ساتھ ہی دو ۲ رکعت نماز تحیت المسجد ادا کریں۔ اس موضوع پر طلباء کے درمیان بحث ہونے لگی۔ آخر امام عید کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

جب حضرت مخدوم عید کی نماز کے بعد دولت خانہ پر واپس آگئے اور مقام متبرکہ پر تشریف فرما ہوئے تو شہر کے اکثر طلبا بھی ساتھ آئے۔ اور سب بیٹھ گئے۔ عید[1] کے کھانے سے پہلے حضرت مخدوم نے فرمایا میں سن رہا تھا کہ قاضی کی محفل میں بحث چھڑ گئی تھی اور کوئی متعلم کہہ رہا تھا کہ کس راہ سے آنا چاہتے ہو مناقشہ سے، ممانعتہ سے یا معارضہ سے۔

اس قدر بحث کی کیا ضرورت تھی؟ بس یہی جواب کافی تھا کہ اذا دخلتم فی المسجد فحیوھا برکعتین حدیث ہے لیکن عید گاہ تو مسجد نہیں ہے لہٰذا اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔ عید گاہ کو کوئی بھی مسجد نہیں کہتا ہے اور مسجد کے احکام اس پر صادر نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود اگر کسی دن ایک گھنٹہ کے لئے مسجد کا حکم ہو بھی جائے تو صرف ایک حکم کی صحت ہوگی۔ مسجد کے دوسرے احکام کا نہیں۔ (یعنی مسجد کے اور دوسرے احکام جو ہیں وہ اس پر صادق نہیں ہوں گے)

حاضرین مجلس کو اس جواب سے پوری تشفی ہو گئی۔ سب نے سر تسلیم خم کیا اور کہا بے شک ایسا ہی ہے اور یہی جواب ہے جو حضرت مخدوم نے دیا ہے۔

---

[1] طعام عید = اس جملہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد مخدوم میں بھی عید کے دن مخصوص کھانا مقرر تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

# مجلس ۔ ۴۷

مغرب کی نماز کے بعد ہم نشینی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانے کے بعد خاکسار نے عرض کیا کہیں یہ تحریر دیکھی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں بہشت نہیں چاہتا ہوں مجھے خدا کا دیدار چاہیئے۔ تو ایسا کہنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ کفر کی وجہ کیا ہے؟
حضرت **مخدوم** نے فرمایا مومنوں کے لئے بہشت خدا کا حکم ہے اسی طرح دوزخ کافروں کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کہتا ہے کہ میں بہشت نہیں چاہتا ہوں تو شرع کے حکم کا رد ہوتا ہے اور شرع کے حکم کا رد و انکار کفر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو حکم کتاب یا سُنّت متواتر سے ثابت ہے۔ اگر کوئی اس حکم کا اپنے قول یا فعل سے انکار کرتا ہے یا رد کرتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس میں جو کفر لازم آتا ہے اس کا معنی یہی ہے کہ قرآن یا سنت متواتر کے رد یا انکار کے تحت آتا ہے یعنی قرآن اور سنت متواتر کا رد و انکار کفر ہے اس لئے یہ بھی کفر ہوگا۔ جیسا کہ کسی چیز کی حرمت (حرام ہونا) قرآن یا سنت متواتر سے ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے حلال اور حرام ہونے کے لئے دلیل قطعی چاہیئے اگر کوئی حرام کو حلال سمجھتا ہے تو کفر لازم آتا ہے۔ اس میں کفر کا لازم آنا اسی سبب سے ہے کہ اس حرام کو حلال جاننے سے نص قرآنی یا سنت متواتر کا انکار ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر جگہ یعنی ہر مسئلہ میں حرام کو حلال جاننا اور حلال کو حرام جاننا کفر ہے۔ یہاں بھی (یعنی مسئلہ مذکورہ میں) جو میں نے کفر کہا وہ اسی معنی میں ہے۔

**خاکسار** نے سوال کیا مشائخ کے کلمات میں اکثر جگہ یہ آیا ہے کہ میں بہشت نہیں چاہتا ہوں۔ تیرا دیدار چاہتا ہوں۔ اس کو کس معنی پر محمول کریں گے؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی عبارت کسی سے منقول ہی نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو اس میں انھوں نے اپنی ہمت کو بیان کیا ہے۔ اس کا ترک نہیں کیا ہے۔ بندگی کے جو شرائط ہیں ان کو ان حضرات نے بجالایا ہے۔ اور باور کیا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اپنی ہمت کو بیان کیا ہے تو اس سے مشرع کے حکم کا انکار نہیں ہوتا ہے اور جہاں بہشت کی تمنا کی ہے وہاں بھی اسی پر محمول ہے کہ بندگی کی شرط کو بجا لائے ہیں نہ یہ کہ بہشت ان کی ہمت کا مطلوب و مقصود ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ عالم محبت میں محب اور محبوب کے درمیان جو کچھ گزرتا ہے کہا جاتا ہے کہ لا یدرکہ العقول۔ عقل کی وہاں پہونچ نہیں۔ اور عقل کی بحث کو وہاں دخل نہیں۔ علمائے ظاہر کا اس جماعتِ صوفیا کے ساتھ ہنگامہ کی یہی وجہ ہے کہ دونوں جہاں میں شراب اور انگور نہ ہو۔

واللہ اعلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوانِ پُر نعمت ملفوظ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری

# مطبوعات مکتبۂ شرف

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | ترجمہ مکتوبات صدی (مکمل) | از حضرت مخدوم جہاں شیخ | مترجم شاہ نجم الدین احمدؒ و شاہ الیاسؒ یاسؔ بہاری |
| ۲ | ترجمہ مکتوبات دوصدی (مکمل) | شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۳ | ترجمہ معدن المعانی (مکمل) | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۴ | ترجمہ شرح آداب المریدین | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۵ | ترجمہ مونس المریدین | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۶ | ترجمہ فوائد المریدین | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۷ | ترجمہ عقیدۂ شرفی (اردو) | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۸ | عقیدۂ شرفی (ہندی) | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۹ | ترجمہ مکتوبات بست وہشت | 〃 〃 〃 | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۰ | ترجمہ خوانِ پُر نعمت | 〃 〃 〃 | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۱ | ترجمہ فوائد رکنی | 〃 〃 〃 | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۲ | ترجمہ ارشاد السالکین و ارشاد الطالبین | 〃 〃 〃 | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۳ | اوراد شرفی (اردو) | 〃 〃 〃 | مترجم حافظ شاہ محمد شفیع فردوسیؒ |
| ۱۴ | اوراد شرفی (ہندی) | 〃 〃 〃 | مترجم سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۱۵ | ترجمہ مکتوبات حسین | از حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخیؒ | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ و شاہ محمد علی ارشد شرفی |
| ۱۶ | ترجمہ اوراد دہ فصلی | 〃 〃 〃 | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۱۷ | ترجمہ مناقب الاصفیاء | حضرت مخدوم عالم پناہ شیخ شعیبؒ | مترجم ڈاکٹر سید شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۸ | مخدوم جہاںؒ جیون اور سندیش (ہندی) | | ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی مدظلہٗ |
| ۱۹ | گنجینۂ فردوس | | سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۲۰ | شرف اُردو حصہ اوّل تا پنجم | | سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوانِ پُر نعمت ملفوظ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری

# مطبوعات مکتبۂ شرف

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | ترجمہ مکتوبات صدی (مکمل) | از حضرت مخدوم جہاں شیخ | مترجم شاہ نجم الدین احمد و شاہ الیاس یاس بہاری |
| ۲ | ترجمہ مکتوبات دو صدی (مکمل) | شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۳ | ترجمہ معدن المعانی (مکمل) | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۴ | ترجمہ شرح آداب المریدین | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۵ | ترجمہ مونس المریدین | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۶ | ترجمہ فوائد المریدین | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۷ | ترجمہ عقیدۂ شرفی (اردو) | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۸ | عقیدۂ شرفی (ہندی) | " " " | مترجم شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۹ | ترجمہ مکتوبات بست و ہشت | " " " | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۰ | ترجمہ خوانِ پُر نعمت | " " " | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۱ | ترجمہ فوائد رکنی | " " " | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۲ | ترجمہ ارشاد السالکین و ارشاد الطالبین | " " " | مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۳ | اوراد شرفی (اردو) | " " " | مترجم حافظ شاہ محمد شفیع فردوسیؒ |
| ۱۴ | اوراد شرفی (ہندی) | " " " | مترجم سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۱۵ | ترجمہ مکتوبات حسین | از حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ و شاہ محمد علی ارشد شرفی |
| ۱۶ | ترجمہ اوراد دہ فصلی | " " " | مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ |
| ۱۷ | ترجمہ مناقب الاصفیاء | حضرت مخدوم عالم پناہ شیخ شعیبؒ | مترجم ڈاکٹر سید شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہٗ |
| ۱۸ | مخدوم جہاں جیون اور سندیش (ہندی) | | ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی مدظلہٗ |
| ۱۹ | گنجینۂ فردوس | | سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |
| ۲۰ | شرف اردو حصہ اول تا پنجم | | سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی |

toobaa-elibrary.blogspot.com